مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے

جناب حافظ روشن علی صاحب کشمیر سے اور جناب مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر بیت المال رخصت سے واپس آگئے ہیں ❊

مولوی محمد یار صاحب موضع ہرچو کے دھونڈاں ضلع گوجرانوالہ بھیجے گئے ہیں۔ جہاں غالباً غیر احمدیوں سے مناظرہ ہوگا ❊

صیغہ دعوت و تبلیغ نے سالانہ جلسہ کی تقریروں کے لئے ابھی سے مقرر حضرات کو اطلاع دینے کا انتظام کیا ہے۔ تاکہ سالانہ اجتماع کی شان کے مطابق علمی اور تحقیقی پہلو سے جامع تقریریں کی جائیں ❊

جناب مرزا سلطان احمد صاحب کا اعلانِ احمدیت

تمام احباب کی اطلاع کے لئے میں یہ چند سطور شائع کرتا ہوں۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے سب دعووں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ وہ اپنے دعوے میں صادق اور راستباز تھے۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور تھے۔ جیسا کہ میرے ان مضامین سے آپ لوگوں پر ظاہر ہوچکا ہوگا۔ جو سلسلہ احمدیہ کی خدمات کے متعلق میں شائع کرتا رہا ہوں۔ مگر اس وقت تک بوجہ بیماری اور ضعف کے میں ان مسائل کے متعلق پورا غور نہیں کرسکا۔ جن کے بارہ میں قادیان اور لاہوری احمدیوں میں اختلاف ہے۔ اور اسی وجہ سے اب تک اپنی احمدیت کا اعلان نہیں کرسکا۔ مگر اب میں نے سوچا ہے۔ کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے میں اس امر کا سردست اعلان کردوں۔ کہ میں دل سے احمدی ہوں۔ جب مجھے اللہ تعالےٰ توفیق دے گا۔ تو میں اختلافی مسائل پر غور کرکے اس امر کا بھی فیصلہ کرسکوں گا۔ کہ میں دونوں جماعتوں میں سے کس کو حق پر سمجھتا ہوں

پس سردست اپنے احمدی ہونے کا اعلان ان چند سطور کے ذریعہ سے کرکے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھے دوسرے سوال کے متعلق بھی اپنے فضل سے ہدایت فرمائے۔ اور وہ راہ دکھائے۔ جو اس کے نزدیک درست ہو۔ آمین

(خان بہادر) مرزا سلطان احمد (خلف اکبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اقتباسات

لاہوری جماعت احمدیہ کے آرگن کا آج کل رویہ

یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ احمدیہ جماعت سے ہمیں اعتقاداً اور مذہباً اختلاف ہے۔ اس لئے اس جماعت کے ہر دو پارٹ ہمارے واسطے ایک نظر اور ایک برابر ہیں۔

ہمارے خیال میں جو کوئی بھی کسی مذہب یا اعتقاد پر ہے وہ اپنے عقیدہ اور یقین کے لحاظ سے خواہ وہ کس قدر ہی راہ خلاف پر کیوں نہ ہو۔ اپنے آپ کو صراط مستقیم پر سمجھتا اور خیال کئے ہوئے ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس کو کسی راہ خلاف پر چلتا ہوا دیکھ رہا ہے۔ تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے کہ اپنے اختیار کئے ہوئے راستہ کی دلیل اور برہان سے خوبیاں اور فوائد بتائے۔ جس طرح اس کی سمجھ میں آسکے۔ اس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ اس کا دل سے ہم خیال اور ہم سفر ہو سکے۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ جھوٹ اور بہتان کے پل اس پر باندھ کر تحکمانہ وہ کسی دوسرے کو اپنا ہم خیال اور اپنا ہم سفر بنا سکے۔ یہ معیار کوئی خاص کسی مذہب کے واسطے مخصوص نہیں ہر مذہب اور ملت کے راہبروں اور لیڈروں نے اسی طرز عمل سے کم و بیش ترقی کی ہے۔ اور ہر عقل کے انسان سے اس کی لیاقت اور سمجھ کے مطابق تبادلہ خیال کر کے اس میں کامیابی حاصل کی ہے لیکن معاصر "پیغام صلح" کا طرز عمل اس روشنی کے زمانہ میں کچھ نرالا ہی نظر آتا ہے جس کو ہم کسی اچھی نگاہ سے اس لئے دیکھنے سے قاصر ہیں۔ کہ اس نے قادیانی جماعت کے خلاف پراپیگنڈا کی بنیاد صرف کذب و بہتان اور افترا پر رکھی ہے جس کی کسی مسلمان کو شریعت اسلام نے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔

اس جگہ ہم قادیانی جماعت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جس کا آرگن الفضل ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ ان ہر دو پارٹیوں میں کوئی حق پر ہو یا نہ ہو۔ لیکن فاضل معاصر "پیغام صلح" کے جواب الفضل میں نہایت متانت اور سچائی کے ساتھ دئے جا رہے ہیں۔ جس سے یقین پڑتا ہے۔ کہ تمام اہل الرائے اور انصاف پسند اصحاب کے سامنے اگر الفضل کے طرز عمل میں کوئی اور تبدیلی نہ ہوگئی۔ تو پیغام صلح جو لاہوری پارٹی کا آرگن ہے۔ اس سے ضرور شکست کھا جائیگا۔ اور اس کے ساتھ اس پارٹی کے امیر جماعت کا بھی لوگوں کے دلوں میں کچھ وقعت اور وقار نہیں رہیگا۔ کیونکہ پیغام صلح کے اعتراض میں الفضل کے جو جواب سچائی پر مبنی خیال کئے جاتے ہیں۔ وہ لاہوری جماعت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے متنزل کر رہے ہیں۔ گو اپنے عیب ہر انسان کو درست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر لوگوں نے اس موجودہ روش کو انصاف کی کسوٹی پر کھرے کھوٹے کو پرکھ لیا ہے۔ ہم غیر جانبدارانہ حیثیت سے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ امیر جماعت احمدیہ لاہوری کو یہ مشورہ دے کر امید کرتے ہیں۔ کہ اگر ان کے پاس کوئی سچائی کا مواد نہیں ہے۔ تو وہ فاضل معاصر پیغام صلح کو اس بحث میں خاموشی پر مجبور فرمائیں گے۔ (ذوالفقار لاہور ۲۴ ستمبر)

الفضل۔ معزز معاصر "ذوالفقار" کو یہ سن کر خوشی ہوگی۔ کہ اس کے مشورہ کے مطابق مولوی محمد علی صاحب نے پیغام صلح کو حال میں ہی خاموش ہو جانے کی ہدایت کر دی ہے۔

چوری پر سینہ زوری

دنیا میں جتنی قسم کے چور ہیں۔ ان میں "سارقان ادبی" سب سے زیادہ پست فطرت اور ذلیل سمجھے گئے ہیں۔ جو شخص خود شعر نہیں کہہ سکتا۔ لیکن شاعر مشہور ہونا چاہتا ہے۔ وہ کسی دوسرے شخص کے خون جگر سے لکھے ہوئے اشعار بے تکلف کہیں سے نقل کر کے ان پر اپنا نام ثبت کر دیتا ہے اور چوری پر سینہ زوری یہ ہے۔ کہ ان اشعار کو اپنے نام سے کسی اخبار یا رسالے میں شائع بھی کرا دیتا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

محترمہ بیگم صاحبہ نواب محمد علی خاں (مالیر کوٹلہ) ان ذی علم اور شائستہ مسلم خواتین میں سے ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے دولت و ثروت کے ساتھ ہی ساتھ مذاق ادب سے بھی بہرور کیا ہے۔ آپ نے ۱۹۲۷ء کے اکتوبر میں چند اشعار آبدار ارشاد فرمائے تھے۔ جن میں عشق حقیقی اور معرفت خداوندی کے متعلق اپنے پاکیزہ خیالات نظم کئے تھے۔ ان اشعار کا عنوان "ناز محبت" تھا۔ یہ نظم سب سے پہلے "الفضل" میں شائع ہوئی۔ اور اس کے بعد "شباب اردو" اور ایک آدھ اور ادبی رسالے میں نقل بھی کی گئی۔

حال ہی میں محترمہ بیگم صاحبہ کو کہیں سے امرتسر کا ایک نہایت لچر سا رسالہ "راج بھگت" مل گیا۔ آپ نے اس رسالہ کے چند ہی ورق الٹے تھے۔ کہ ایک صفحہ پر وہی نظم نظر آئی۔ جس کے بعض اشعار میں نہایت بھونڈا تصرف بھی کیا گیا تھا۔ اور اس پر آپ کے بجائے "منشی کندن لال صاحب از کراچی" کا اسم گرامی ثبت تھا۔ بیگم صاحبہ کو یہ "چوری اور سینہ زوری" دیکھکر بہت غصہ آیا۔ لیکن کیا کر سکتی تھیں۔ خون کے سے گھونٹ پی کر خاموش ہو رہیں۔

جناب کندن لعل صاحب منشی "کراچوی" نے پرایا مال ہضم کرنے میں دلیری تو بہت کی۔ لیکن افسوس کہ "فسانۂ آزاد" کے میاں خوجی کی طرح مقطع میں سکتہ پڑ گیا۔ آخری شعر یوں تھا ؂

کیوں کر کہوں کہ ناز سے خالی ہے میرا دل
پیارے مجھے بھی تیری محبت پہ ناز ہے۔

کندن لال صاحب نے اس شعر کو مقطع بنانے اور اس میں اپنا تخلص کھپانے کی کوشش میں دوسرے مصرع کی یوں مرمت کر دی ؂

منشی مجھے بھی تیری الفت پہ ناز ہے۔

لیجئے! پردہ فاش ہوگیا۔ حضرت منشی کے کمالات ملاحظہ ہوں۔ کہ ذرا سے تصرف کی مدد سے بیک جنبش قلم دو کام کر دیئے۔ اول شعر کا مطلب خبط کر دیا۔ دوم مصرعہ کو وزن سے گرا دیا ؂

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار

(انقلاب ۲۲ ستمبر)

آریوں کو ہڈی کا چسکہ

ہڈی کے چسکے کے دام میں پھنسے ہوئے ہونے پر بھی کالج کے کرتا دھرتاؤں کی دلی خواہش ہمیشہ یہی رہتی ہے۔ کہ ان کی یہ کمزوری دبی دبائی چلی آئے۔ اور اس کا انکشاف پبلک پر نہ ہو لیکن ان کی بدقسمتی سے ان کے اندر بالیوں اور رشی راموں کی کمی نہیں۔ جو ان کی امیدوں کو خاک میں ملانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ پاٹھک بالی صاحب سے ناواقف نہیں۔ جس نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایک وقت کالج پارٹی کو اس قسم کی نازک پوزیشن میں لا ڈالا تھا۔ کہ اگر معاملہ عدالت میں چلتا۔ تو سارے راز افشا ہو جاتے۔ لیکن کالج کے بڑوں کا اثر غالب آیا۔ اور بالی صاحب مقدمہ سے دست بردار ہو گئے۔ اب انہی بالی صاحب نے پھر شوشہ چھیڑا ہے۔ اور نہ معلوم ان کی یہ دل لگی اس پارٹی کے لئے کس رسوائی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ (پرکاش ۱۶ ستمبر)

ابن سعود کے وظیفہ خواروں کی فہرست

اخبار سیاست لاہور نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۲ ستمبر میں اپنے نامہ نگار مقیم مدینہ منورہ کا ایک مراسلہ شائع کیا ہے۔ جس نے حجاز و نجد کے مزعومہ میزانیہ (رجب ۱۳۴۸ء) کے حوالے سے یہ تحریر کیا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل جرائد و عمائد سلطان ابن سعود سے وظیفہ پا رہے ہیں:

چالیس پونڈ ماہوار زمیندار لاہور۔ ساٹھ پونڈ مسلم اوٹ لک انگریزی اخبار۔ مولانا عبد القادر قصوری چھ ہزار روپیہ سالانہ۔ چھ ہزار روپیہ مولانا اسمٰعیل منیجر پروپیگنڈا فنڈ سالانہ۔ چار ہزار پانچسو روپیہ مولانا داؤد غزنوی امرتسری سالانہ۔ عبد الواحد غزنوی چھ ہزار روپیہ سالانہ خواجہ عبد الغنی تین ہزار روپیہ سالانہ۔ مولوی محمد خاں بیس پونڈ ماہوار سیکرٹری خلافت کمیٹی کراچی۔ اسلم جیراجپوری دو ہزار پانچسو روپیہ سالانہ خواجہ صاحب دو ہزار روپیہ سالانہ۔

رخصت کے وقت سلطان نے مولوی ظفر علی۔ اسمٰعیل۔ عبد القادر۔ عبد الواحد داؤد کو چالیس پونڈ فی کس انعام دیکر رخصت کیا۔ باقی تمام حضرات ... کو صرف ایک ایک پونڈ [illegible] مسلم ہندی [illegible] (زمانہ ۱۲ ستمبر)

وصیتیں

نمبر ۳۹۹۹ میں آمنہ بی بی زوجہ محمد اشرف قوم راجپوت عمر ۲۲ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹ جنوری ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری کل جائداد زیورات قیمتی صمار الدہر صمار ہے۔ میرے مرنے کے وقت میری جسقدر جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی

۱۹ جولائی ۱۹۲۸ء العبد بقلم خود آمنہ زوجہ۔ ڈاکٹر محمد اشرف صاحب اسسٹنٹ سرجن ہاسپٹل گنج ضلع منٹگمری۔ گواہ۔ عصمت اللہ بقلم خود محمد اشرف سب اسسٹنٹ سرجن ہاسپٹل گنج ضلع منٹگمری

نمبر ۳۹۶۳ میں احمد دین ولد نور محمد صاحب مرحوم قوم بون کشمیری عمر تخمیناً ۳۹ سال سکنہ گوجرانوالہ پنجاب حال وارد موشی ٹانگانیکا ٹیرٹری بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰ فروری ۱۹۲۸ء کو اپنی جائداد وغیرہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد ایک مکان پختہ دو منزلہ واقعہ اندرون گھنٹہ گھر گلی شیخ جھنڈو قیمتی تین ہزار روپیہ ہے۔ اور میری ماہوار تنخواہ تین سو سامہ شلنگ ہے اور کچھ ماہواری پرائیویٹ پریکٹس بھی ہے۔ مذکورہ بالا جائداد اور آمدنی ماہوار کے ۱/۱۰ حصے کی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ اور میرے مرنے کے بعد اگر مذکورہ بالا جائداد کے بغیر کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور ماہواری آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا اور اگر اپنی زندگی میں کوئی رقم اس جائداد کی قیمت کے طور پر خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم حصہ موعودہ سے منہا کر دی جائیگی۔

العبد احمد دین ولد نور محمد مرحوم حال وارد موشی (افریقہ) گواہ۔ حبیب اللہ خاں ولد عبد الحکیم از چک ... ضلع گوجرانوالہ حال وارد موشی (افریقہ) گواہ شد۔ محمد ایوب سٹیشن ماسٹر ٹانگا۔ ایسٹ (افریقہ)

نمبر ۳۹۰۲ میں سندھی شاہ ولد میاں میران بخش قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء ساکن آدم پور ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ اگست ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ ایک مکان سکنہ آدم پور ضلع جالندھر قیمتی ۱۵۰ روپیہ ہے۔ لیکن میرا گزارہ صرف اس جائداد پر نہیں ہے۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ۲۰ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں۔ تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جاویگا۔ فقط ۱۵ اگست ۱۹۲۸ء

العبد۔ خاکسار منشی سندھی شاہ میل اوورسیر نکو در حال قادیان گواہ شد۔ محمد داؤد عرفانی الحکم آفس قادیان۔

گواہ شد خاکسار یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر الحکم وغیرہ قادیان

نمبر ۲۰۹۶ میں رشیدہ بیگم زوجہ مبارک احمد بھٹی قوم سپوال ساکن گجرات پنجاب حال وارد چوما ریلوے سٹیشن کنیا کالونی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ فوت ہونے پر جسقدر میری جائداد ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم اپنی زندگی میں خزانہ انجمن میں بمد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر یکصد روپیہ۔ زیورات طلائی قیمتی صلہ ... فقط ۲۶ جولائی موضعہ رشیدہ بیگم گواہ شد ڈاکٹر عمر دین سپوال۔ گواہ شد۔ مبارک احمد علی صاحب خاوند موصیہ نیروبی کینیا کالونی

ضرورت ہے

ایک اسلامی ریاست کے لئے ڈرافسمینوں کی

جوکہ خاص طور پر انڈین اور گاتھیک سے واقف ہوں۔

اور تعمیرات کے نقشے کے ماہر ہوں۔ تنخواہ حسب لیاقت

۷۰ روپیہ سے ۱۲۵ اور ۱۰۰ سے ۳۰۰ روپیہ تک خواہشمند ملازمت

بہت جلد اپنی اپنی درخواستیں معہ نقول سارٹیفکیٹ دفتر امور عامہ میں آخر ستمبر تک بھیجدیں۔ المشتہر محمد صادق ناظر امور عامہ

کیمیکل گولڈ قمیص کے بٹن

یہ بٹن بھی مثل سونے کے ہیں جو بہت خوبصورت ہیں آب و رنگ روپ سونے کے مانند ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نایاب تحفہ ہے۔ قیمت فی سٹ ۸ / ۱۲ سٹ کے خریدار کو ایک سٹ مفت علاوہ محصول

ملنے کا پتہ الیس محمود اینڈ کو مٹیا محل دہلی

جرمنی تحفہ

کیمیکل گولڈ گوشوارے

یہ کانوں میں پہننے کے نہایت نفیس بنے ہیں۔ انہیں ہیرا کاٹ کے ایسے نگ جڑے ہیں۔ گویا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہیرے لگا دئے۔ رات میں لیمپ کی چمک سے اثر نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ ان کے پہننے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ چاند کے چو طرف ستارے ... قیمت ...

حب اٹھرا

کا نام

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہوجاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو عموماً اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کیلئے حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول و مفید ہیں۔ اور ان گھرانوں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین اور خوبصورت پیدا ہوتا ہے۔ اور اٹھرا کے ... آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ... قیمت ... عبد الرحمان کاغانی دواخانہ ... قادیان

موٹر کار کے بوٹ

موٹر کار کا ٹائر ہزاروں میل چلنے کے بعد بھی ... بوٹ بناتے ہیں آپ بھی ایک جوڑا نمونتہ منگوا کر دیکھئے۔ نہایت خوبصورت اور مضبوط ہیں۔ اگر تلا یعنی سول گھس جائے یا ٹوٹ جائے۔ تو قیمت واپس۔ تیز دہلی کے کامدار جوتے گرگابی وغیرہ بھی ایک آنہ فی روپیہ کمیشن لیکر روانہ کریں گے۔ تبلیغ کے واسطے ہم سے لٹریچر مفت منگواؤ۔

المشتہر منیجر رسالہ دستکاری چاندنی چوک دہلی

بوٹ قیمت ۸/ روپیہ فی

رشتہ کی ضرورت

ایک معزز خاندان زمیندار قوم ... عمر ۲۴ سال مخلص پرہیزگار نوجوان احمدی باشندہ ضلع سیالکوٹ کے لئے جو بعہدہ ... مستقل ملازم ہونے کے علاوہ ۲۵ بیگہ اراضی کے وارث و مالک بھی ہیں ہو بہتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی غریب معزز زمیندار احمدی خاندان کے علاوہ امور خانہ داری سے پوری واقف ہو۔ اور اچھی تعلیم یافتہ ہو۔ خط و کتابت بنام ... قاضی اکمل صاحب قادیان

ہندوستان کی خبریں

—— شملہ ۲۴ ستمبر - اسمبلی میں مسودہ قانون تحفظ عامہ پریزیڈنٹ کے فیصلہ کن ووٹ سے مسترد ہو گیا۔

—— لاہور ۲۴ ستمبر - آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کا اجلاس زیر صدارت شیخ صادق حسن رئیس امرتسر منعقد ہوا۔ جس میں کشمیر کے مصیبت زدگان سیلاب کی اعانت کے لئے ۵۰۰ روپے منظور کئے گئے۔ ۱۶۶ روپیہ ریاست کشمیر کے طلبہ کو اور ۷۰ روپیہ ماہوار پنجاب میں تعلیم پانے والے کشمیری طلبہ کو وظائف دینے کے لئے منظور کئے گئے۔

—— جھاڑ پھونک اور جنتر منتر کے خلاف ریاست جھالاواڑ میں ایک حکم جاری کیا گیا ہے۔ کہ اگر آئندہ سے کوئی شخص اس قسم کی حرکت کا مرتکب ہوگا۔ تو اس پر ۲۰ روپیہ جرمانہ کیا جائیگا

—— بمبئی ۲۴ ستمبر - بمبئی کے محکمہ چنگی میں ایک لاکھ تیرہ ہزار روپے کی خیانت مجرمانہ کے ۲۵ مقدمات برآمد کئے گئے ہیں۔ سرکاری وکیل نے بیان کیا۔ کہ ان مقدمات میں ملزموں نے تجار سے مل کر واپسی مال کے سلسلہ میں ہزاروں روپے غبن کر لئے۔ مقدمات جاری ہیں۔

—— کھڑگپور ۲۲ ستمبر - شنبہ کے روز ورکشاپ کھولا گیا۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمان کارکن کام پر حاضر نہیں ہوئے۔ اور انہوں نے انکار کر دیا۔ کہ جب تک ان کے سکونتی مکانات کے تحفظ کا انتظام نہ کیا جائے۔ وہ کام نہیں کریں گے۔

—— نینی تال - ۲۵ ستمبر - آج لیجسلیٹو کونسل میں راجہ جگن ناتھ بخش سنگھ کے استعفے کے متعلق دلچسپ سوالات و جوابات ہوئے۔ راجہ صاحب گورنمنٹ بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے آپکا استعفا گورنر نے منظور کر لیا ہے۔

—— شملہ ۲۵ ستمبر - آج اسمبلی میں پریزیڈنٹ مسٹر پٹیل نے ڈیلی ٹیلیگراف اور ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگاروں کے متعلق ایک بیان میں کہا۔ کہ چونکہ ان نامہ نگاروں نے معافی نہیں مانگی۔ اس لئے ان کے پریس ٹکٹ چھین لئے جاتے ہیں۔ اور ان دونوں اخبارات کے نمائندگان کو اس وقت تک پریس گیلری میں داخل نہیں ہونے دیا جائیگا۔ جب تک کہ وہ پریزیڈنٹ کی مرضی کے مطابق معافی نہیں مانگیں گے۔

—— شملہ ۲۵ ستمبر - ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ مسٹر نواز منرا، پنڈت ٹھاکر داس بھارگو، مولوی محمد یعقوب اور میاں محمد شاہنواز کمیٹی عمر رضامندی کے ممبر مقرر کئے گئے ہیں۔

—— مسٹر شعیب قریشی نے آل پارٹیز کانفرنس کی

مجلس دستور اساسی سے استعفےٰ دیدیا ہے۔

—— بمبئی ۲۴ ستمبر - مسٹر دستور پروفیسر رائل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس بمبئی نے چیلنج دیا ہے۔ کہ سر جگدیش چندر بوس کا یہ اصول غلط ہے۔ کہ پودوں میں اس قسم کا اعصابی نظام پایا جاتا ہے جیسا کہ حیوانوں میں ہے۔

—— شملہ ۲۶ ستمبر - معلوم ہوا ہے۔ کہ مجالس قانون ساز کی سائمن کمیٹی کے ممبران نے آج وائسرائے ہند کے ساتھ کھانا کھایا۔ وائسرائے نے ممبران کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔ ممبران نے وائسرائے کے ساتھ تبادلہ خیالات بھی کیا۔ لنچ کے بعد ممبران کی میٹنگ ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر بٹلر کمیٹی کے سکرٹری مقرر کئے گئے ہیں۔

—— راولپنڈی ۲۶ ستمبر - امام باڑہ محلہ میں ایک مسلمان لڑکا بعمر تین سال ماچس کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ کہ کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ اور بے چارہ خود بھی آگ کی نذر ہو گیا۔

—— لکھنؤ ۲۴ ستمبر - گذشتہ ۳ ستمبر کو موضع ادان ضلع ہردوئی میں ایک عورت اپنے خاوند کے ساتھ ستی ہو گئی تھی وہاں کے تیرہ آدمیوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ جو سب کے سب سیشن جج کی عدالت سے بری کر دئے گئے ہیں۔

—— امرتسر ۲۶ ستمبر - کل کوچہ کمبویاں میں سکھوں کے ہاں چادر اندازی سے شادی ہو رہی تھی۔ کہ چند آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ جس نے لڑائی کی صورت اختیار کر لی۔ سکھوں نے اس لڑائی میں کرپانیں اور چاقو نکال لئے اور ایک دوسرے پر برسانے شروع کر دئے۔ ایک سکھ وہاں ہی مر گیا۔ دو سخت زخمی ہوئے۔

—— بھرت پور کے سابق افسر اعلےٰ راجہ کشن کو جنہیں دہلی سے گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔ اور جن کے خلاف دو مقدمے چل رہے تھے۔ پہلے مقدمہ میں چھ ماہ قید سخت اور دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی ہے۔ اور دوسرے مقدمہ میں آپ بری ہو گئے ہیں۔

—— ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے نارتھ ویسٹرن ریلوے کی لوکل ایڈوائزری کمیٹی لاہور کے جلسہ میں بیان کیا ہے۔ کہ اپریل لغایت جون ۱۹۲۸ء تک کل آمدنی میں سابقہ سال کی نسبت ۲۰ لاکھ کی کمی واقعہ ہوئی ہے۔

—— لنڈن ۲۵ ستمبر - سر فلپ سیسون نائب وزیر محکمہ پرواز انگلستان ۱۴ - اکتوبر کو کراچی میں پہونچ کر جودھپور جائیں گے پھر دیگر مقامات سے ہوتے ہوئے لاہور میں ۱۹ - اکتوبر کو پہونچ جائینگے آپ سرحدی علاقہ کا ملاحظہ بذریعہ ہوائی جہاز فرمائینگے۔ مختلف چھاؤنیاں دیکھیں گے۔ ۲۴ اکتوبر کو واپس یوروپ چلے جائیں گے۔

ممالک غیر کی خبریں!

—— بغداد ۲۱ ستمبر - مجلس ملیہ نے ایک قانون پاس کر دیا ہے۔ جس کی رُو سے ایک انگریزی شرکت کو بغداد میں برقی روشنی مہیا کرنے اور ٹریمویے چلانے کا ٹھیکہ ۵۰ سال کے لئے دے دیا گیا۔

—— لنڈن ۲۲ ستمبر - وائٹ جزائر میں ۶۰ ایکڑ زمین سمندر میں غرق ہو گئی ہے۔ بہت سے جنگل بھی اس کے ساتھ ہی معدوم ہو گئے ہیں۔ پہاڑی کا ایک حصہ بھی ڈوب گیا ہے۔

—— میڈرڈ ۲۴ ستمبر - شہر کا ایک بہت بڑا تھیٹر جس میں ۴ ہزار آدمی سما سکتے ہیں۔ حسب معمول یکشنبہ کی رات کو تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جب کھیل کا آخری پردہ اٹھا۔ تو تماشائیوں نے دیکھا کہ منڈوے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ یہ آگ آناً فاناً تمام تماشہ گاہ میں پھیل گئی۔ کئی آدمی پاؤں کے نیچے دب کر مر گئے امداد بہم پہونچانے اور گرد و نواح کی عمارات کو ڈھانے کے لئے پولیس اور فوجی انجنیروں کے دستے بھی طلب کئے گئے۔ لیکن شعلے پڑوس کی عمارتوں تک پہونچ گئے۔ اور جلدی ہی تمام محلہ آتش فشاں پہاڑ کی طرح شعلہ زن ہو گیا۔ فائر بریگیڈ بالکل بے بس اور لاچار ہو گیا۔ اور اپنا کام چھوڑ کر لاشیں برآمد کرنے کے کام میں مصروف ہو گیا۔ ایک برآمدے سے بارہ لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی ہوئی پائی گئیں۔ ۲۵۰ مجروحین میں سے ۵۰ کی حالت سخت نازک ہے۔ ابھی تک اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ کس قدر لاشیں آگ کے ڈھیر میں پڑی ہیں۔ ۸۰ لاشیں برآمد ہو چکی ہیں۔ راستہ میں ۲۵ جھلسی ہوئی لاشیں برآمد ہوئیں۔

—— سن جوان ۲۴ ستمبر - اس جزیرے میں پندرہ ہزار انفلوانزا اور پانچ ہزار دیگر بیماریوں کی وارداتیں ہونے سے ڈاکٹروں میں سخت تشویش پھیل رہی ہے بارش اور طوفان باد سے باشندوں کی ہلاکت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

—— پیرس ۲۴ ستمبر - مصر کے سابق وزیر اعظم ثروت پاشا کا انتقال ہو گیا۔

—— میکسیکو ۲۳ ستمبر - سیلو فورٹنگل وزیر داخلہ یکم دسمبر سے میکسیکو کی پریزیڈنٹی کا کام سنبھالیں گے۔

—— ترانہ ۲۳ ستمبر - برطانیہ عظمےٰ نے البانیہ کے جدید ملک بادشاہ کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

—— قاہرہ ۲۵ ستمبر - وزیر خارجہ مصر نے نشاط پاشا مصری وزیر متعینہ طہران کو لکھا ہے۔ کہ برلن میں اپنے جدید عہدے کا چارج لینے کے لئے یورپ جانے سے پیشتر آپ کابل جائیں۔ اور مصر اور افغانستان کے عہدنامہ پر دستخط کریں۔

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان ... قادیان سے شائع کیا۔

اخبار احمدیہ

ضروری اعلان

مجھے یہ دیکھکر افسوس ہوا۔ کہ جماعتوں کے سیکرٹریز کو اگر کسی محکمہ مرکزی کی طرف سے کوئی گشتی چٹھی بھیجی جاتی ہے۔ تو عموماً جواب میں بے حد درجہ کا تساہل دکھایا جاتا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوتی ہوگی۔ کہ جس انجمن کے پاس کوئی امر قابل جواب نہ ہو۔ تو اس نے جواب دینا ہی فضول سمجھا۔ لیکن یہ اصول غلط ہے۔ مرکزی دفاتر منتظر رہتے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے انجمنوں کی تعداد ہندوستان میں حد ہا تک پہونچ چکی ہے۔ ایک عام خط پہونچنے میں کافی خرچ ڈاک پڑ جاتا ہے۔ پھر بار بار یاد دہانیاں بھیجی جائیں۔ تو ہزاروں روپیہ ہر محکمہ کو خرچ کرنا پڑے۔ پس اسراف سے بچانے کے لئے اور انتظام سلسلہ کے نظم کو قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہر خط کا جو مرکز سے کسی انجمن کے نام جائے۔ انجمن مذکور فوراً جواب دے۔ اور کوشش کرے کہ اسے معلوم ہو جائے۔ کہ اس کا جواب پہنچ گیا ہے۔ کہ نہیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جن جن انجمنوں میں ہمارے مرکزی خطوط جواب کے لئے پڑے ہوں گے۔ ان کے فوراً جواب صیغہ متعلقہ کو دیدئے جائیں گے۔

ذوالفقار علی خاں۔ ناظر اعلےٰ قادیان

اشدھ ملکانے مردے دفن کرتے ہیں

اب تک جتنے ملکانے سانڈھن ضلع آگرہ میں اشدھ ہو کر مرے۔ وہ سارے کے سارے دفن کئے گئے۔ اور مرتے وقت ہر ایک شخص اپنے دفنانے کے متعلق گواہ ہوتا کے روبرو کہتا رہا۔

سانڈھن کے علاوہ اکثر دیگر گاؤں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۲۸ء کو چرنجی ملکانہ موضع لبتہ ضلع آگرہ جو کہ دوبارہ اشدھ کیا گیا ہے۔ اس کی بیوی فوت ہو گئی۔ آریوں نے ایڑی چوٹی کا زور اس کے جلانے کے لئے لگایا۔ مگر ناکام رہے۔ اور وہ دفن کی گئی۔ اس طرح سے آریوں نے ہر موقعہ پر مردہ جلانے کی کوششیں کیں حتے کہ بعض اوقات پولیس بھی بلائی گئی۔ مگر ناکام رہے

عبد الحی مبلغ علاقہ ملکانہ

اظہار افسوس

ہمیں یہ معلوم کر کے بہت ہی رنج اور افسوس ہوا۔ کہ ڈاکٹر شفیع احمد صاحب دہلوی پر جو مقدمہ دائر تھا۔ اس کا اپیل سیشن کورٹ سے خارج ہو گیا۔ اور عدالت ماتحت کی سزا بحال رہی۔ ہمیں اس مصیبت میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے بال بچوں سے پوری ہمدردی ہے۔ احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی مشکلات دور کرے۔ اور اپنے فضل سے ان کے لئے خیر و بہبودی کے سامان مہیا فرمائے۔

تحریک امداد

حافظ شفیع احمد صاحب ایڈیٹر اخبار زلزلہ دہلی بعض مضامین کی بنا پر گورنمنٹ کی طرف سے سزائے قید محض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہائی کورٹ میں اپیل کا انتظام کیا گیا ہے۔ احباب ان کیواسطے دعاء خیر کریں۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کی سفارش ہے۔ کہ ان کی تصنیف کردہ کتب خرید کر کے حتے الوسع ان کی بیوی بچوں کی امداد کی جائے۔ ان کی ایک تازہ تصنیف "قول سدید" نام قیمتی ۸ر روپیہ فی نسخہ ہے۔ جس میں ہمارے بعض علماء نے کچھ غلطیاں بھی معلوم کی ہیں۔ جن کی تصحیح کا حافظ صاحب نے وعدہ کیا ہے۔ لیکن اس میں بہت سے مفید معلومات بھی ہیں۔ اور دیوبندیوں کے رد میں شایع کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی ان کی کتب ہیں۔ جن کی فہرست اُن کے لڑکے سے مل سکتی ہے۔ پتہ یہ ہے۔ برکات احمد۔ دفتر رسالہ دستکاری۔ کٹڑی قطب دین چاندنی چوک دہلی اس طرح ان کے بیوی بچوں کو گذارہ کیواسطے کچھ امداد ہو جائیگی

محمد صادق عفا اللہ عنہ۔ ناظر امور عامہ قادیان

قبول اسلام

مولوی الطاف حسین خانصاحب احمدی نے ۱۵ یوم تک ضلع شاہجہان پور کے مختلف دیہات میں تبلیغی دورہ کیا۔ خدا نے اپنے فضل سے ۵ اشخاص کو قبول اسلام کی توفیق دی۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:۔

اسلامی نام	ہندو نام	اسلامی نام	ہندو نام
عبداللہ	دوجی	نصیبن	کہرگی
حمیدہ	منگری	ظہور احمد	ہیرا۔
سلطان احمد	کالکا		

ساکنان شاہ نور خاں عزاحمد کھیا موضع کیسر پور ضلع شاہجہانپور

احمدیان بنگال کا سالانہ اجتماع

بنگال کا سالانہ جلسہ برہمن بڑیہ میں ۲۵-۲۶-۲۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو منعقد ہوگا۔ احباب مطلع رہیں

خاکسار سید سعید احمد منیجر احمدیہ ایسوسی ایشن بنگال۔

اعلان نکاح

۱۶ر ستمبر ۱۹۲۸ء میاں غلام محمد صاحب ولد میاں رلدو صاحب ساکن مانگا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کا نکاح رابعہ بی بی دختر میاں نور علی صاحب ساکن موضع لدھیوالہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ کے ساتھ میاں عبدالکریم صاحب نے مبلغ پانچسو روپیہ مہر پر پڑھا۔

خاکسار وزیر محمد از لاہور

ولادت

(۱) اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مجھ کو تیسرا فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ مولود کو خادم سلسلہ اور خادم دین بنائے۔ تمام احباب سے درخواست دعا خیر ہے۔

خاکسار محمد رحمت اللہ خاں احمدی کرناہ کشمیر

(۲) اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے پہلا فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ مولا کریم اسے عمر دراز بخشے اور صالح متقی اور خادم سلسلہ احمدیہ بنائے۔ آمین۔

فیروز الدین ہیڈ ماسٹر - سی۔ پی

دعائے مغفرت

(۱) میری بیوی زینب بی بی ۲۶ر اگست کی شب کو فوت ہو گئی ہے۔ مرحومہ بہت نیک اور سلسلہ کی خدمتگذار تھی۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں۔ شیخ سبحان علی۔ حال کوئٹہ۔

۲۔ میرا لڑکا عبدالسمیع ۲۸/۹/۲۷ کو فوت ہو گیا ہے۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔

عبدالسمیع خان۔ ہیڈ کلرک ملٹری اکاؤنٹس لاہور

چندہ خاص اور احمدیہ جماعت

منشی عبدالرحیم صاحب کیخ کوبین ضلع تانگو برما سے لکھتے ہیں:۔

"باوجودیکہ میرا ایک جنگل میں کام ہے۔ جب سے آیا ہوں چار کس جماعت احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور میں نے مندرجہ ذیل احباب سے چندہ خاص کی رقم وصول کی ہے

میرا چندہ خاص ۲۰ر۔ منشی فضل کریم صاحب پسر منشی فضل الرحمن صاحب ۱۰ر۔ مستری علی بہادر صاحب ۵ر۔ اہلیہ مستری صاحب موصوف ۲ر۔ سید محمد ابراہیم صاحب ۵ر۔ مستری محمد ابراہیم صاحب ڈرائیور ۵ر۔ امیر علی صاحب ۳ر۔ الٰہی بخش صاحب جمعدار پولیس ۴ر،

جزاہم اللہ احسن الجزاء"

(۲) ملک سراج الدین صاحب سمبڑیال سے مالی ۱۸۶ کا وعدہ اور ما ۱۳۶ نقد ارسال فرما چکے ہیں۔ اب ۴۶ کا اور وعدہ اور للعہ نقد ارسال فرماتے ہیں۔

(۳) حیدر آباد دکن سے سیٹھ محمد غوث صاحب محاسب انجمن احمدیہ لکھتے ہیں۔

"میری طبیعت علیل رہی ہے۔ علے الحساب ۵۰۰ روپیہ چندہ خاص کا ارسال کرتا ہوں۔ باقی رقم عنقریب بھیج کر کل وعدہ ایفا کر دیا جائیگا۔"

(۴) نوشہرہ چھاؤنی ضلع پشاور کی جماعت میں مندرجہ ذیل احباب کا وعدہ بشرح تیس فیصدی ہے۔ بابو محمد شفیع صاحب کلرک نہ صرف تیس فیصدی بلکہ یکمشت ادا بھی کر دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد رمضان۔ قاضی محمد علی۔ شیخ احمد اللہ صاحب سکرٹری مال و محاسب۔ بابو محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری۔ جمعدار محمد حیات خاں صاحب۔ مرزا غلام حیدر صاحب بی اے وکیل پریزیڈنٹ نے اپنا چندہ خاص یکمشت ادا فرما دیا ہے۔ ان کے سوا باقی تمام احباب کے وعدے ... بشرح ... فیصدی ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ مرزا محمد شفیع احمد [illegible] ناظر بیت المال قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۲۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء | جلد ۱۶

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

(۱)

اس وقت تک نہرو رپورٹ اس قدر زیر بحث آ چکی ہے۔ کہ مجھے شاید اس سے بتفصیل روشناس کرانے کی ضرورت نہیں ہے یہ رپورٹ ۱۲ اگست ۱۹۲۸ء کو شایع ہوئی ہے۔ اور اس وقت تک اس کی اشاعت پر ڈیڑھ ماہ گذر چکا ہے۔ میں نے ۸ اگست سے ۸ ستمبر تک ایک خاص درس قرآن کریم کا شروع کیا ہوا تھا جس میں شامل ہونے کے لئے پانچسو کے قریب زن و مرد ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے تھے۔ اس لئے اس وقت تک تو میں اس کی طرف توجہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرا سارا دن درس یا درس کی تیاری میں لگ جاتا تھا۔ اس کے بعد چند دن گذشتہ ماہ کے جمع شدہ کام کے نکالنے میں لگے۔ جب میں فارغ ہوا۔ تو نہرو رپورٹ کی تلاش کی۔ لیکن باوجود تلاش کے اس کی کوئی کاپی میسر نہ آئی۔ اور آخری اطلاع لاہور سے یہی آئی۔ کہ تیسرا ایڈیشن چھپنے پر ہی یہ کتاب دستیاب ہو سکے گی۔ چونکہ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی تھی۔ مجھے اس کا بہت افسوس ہوا۔ لیکن کچھ کیا نہ جا سکتا تھا۔ اسی اثناء میں میرے گھر سے شملہ سے واپس آئے۔ اور میں انھیں لینے کے لئے امرتسر کے سٹیشن پر گیا۔ اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جبکہ میں نے وہاں کے بک سٹال پر دو نسخے نہرو کمیٹی کی رپورٹ کے دیکھے۔ غرض اس طرح ۲۱ ستمبر کو مجھے نہرو رپورٹ کی کاپی ملی۔ اور اسی وقت سے میں نے اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ چونکہ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔ میں فوراً ہی "الفضل" کے ذریعہ سے اس کے متعلق اپنی رائے کا باقساط اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی۔ تو بعد میں اسے رسالہ کی صورت میں بھی شایع کر دیا جائیگا +

کیا نہرو کمیٹی کسی صورت میں بھی ہندوستان کی نمائندہ کہلا سکتی ہے

سب سے پہلے تو میں اسی سوال کو لیتا ہوں۔ کہ کیا نہرو کمیٹی تمام ہندوستان کی نمائندہ کہلا سکتی ہے۔ اور اس کے فیصلہ کو اس عزت کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ جو ایک ملک کی نمائندہ کمیٹی کی رپورٹ کو حاصل ہونی چاہئے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے میں خود اسی رپورٹ کے بیان کو لیتا ہوں۔ میرے نزدیک اس رپورٹ کو پڑھ لینا ہی اس امر کے معلوم کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ اس کمیٹی کو کسی صورت میں بھی ملک کی نمائندہ کمیٹی نہیں کہا جا سکتا +

اس رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہرو کمیٹی کو آل پارٹیز کانفرنس نے بمبئی کے مقام پر ۲۹ مئی ۱۹۲۸ء کو مقرر کیا تھا۔ یہ آل پارٹیز کانفرنس کیا تھی۔ اور کس طرح وجود میں آئی۔ اس کا حال بھی اسی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے فسادات کو دیکھکر دسمبر ۱۹۲۶ء کے اجلاس میں نیشنل کانگریس نے گوہاٹی کے مقام پر ایک ریزولیوشن پاس کیا تھا۔ کہ ورکنگ کمیٹی ہندو اور مسلمان لیڈروں سے مشورہ کر کے ایسی تجاویز کرے۔ کہ جن کے ذریعہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین جو قابل افسوس تنازعات ہو رہے ہیں۔ دور کئے جا سکیں۔ اور ورکنگ کمیٹی اپنی رپورٹ ۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء سے پہلے پہلے پیش کرے (نہرو رپورٹ صفحہ ۱۷-۱۸)

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ورکنگ کمیٹی ہندو اور مسلمان لیڈروں سے مشورہ کرتی رہی۔ لیکن اسی اثناء میں ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو بعض بڑے بڑے مسلمان لیڈروں نے دہلی کے مقام پر ایک اجتماع کیا۔ اور ہندو مسلم فسادات کو مٹانے کے لئے بعض تجاویز شایع کیں جنکا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمان مشترک انتخاب پر رضامند ہو جائیں گے۔ بشرطیکہ (۱) سندھ کو مستقل صوبہ بنا دیا جائے (۲) صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو بھی وہی حقوق دے دئے جائیں۔ جو دوسرے صوبوں کو حاصل ہیں (۳) پنجاب اور بنگال میں آبادی کی تعداد کے مطابق سب اقوام کو حقوق نیابت حاصل ہوں (۴) مرکزی دار النواب (اسمبلی لیجسلیٹو) میں مسلمانوں کو کم سے کم ایک تہائی نیابت ملے +

ورکنگ کمیٹی نے ان تجاویز کے شایع ہوتے ہی ایک جلسہ کیا۔ اور ایک ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے اس فیصلہ پر خوش ہے کہ انہوں نے مشترک انتخاب کی تجویز کو منظور کر لیا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ ان کی پیشکردہ تجاویز کو بطور بنیاد قرار دیکر ہندوؤں اور مسلمانوں میں سمجھوتا کرنے میں کامیابی ہو جائیگی۔ اس کے بعد مئی ۱۹۲۷ء کو ورکنگ کمیٹی نے پھر ایک اجلاس کیا۔ اور مسلمانوں کی تجاویز کی بنیاد پر ایک زیادہ تفصیلی تجویز کو منظور کیا اور ساتھ کے ساتھ انڈین کانگریس نے بھی ورکنگ کمیٹی کی تجویز کو معمولی سی اصلاح کے بعد منظور کر دیا +

آل انڈیا کانگریس نے اسی اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا۔ کہ اب ورکنگ کمیٹی کو کونسلوں کے ممبروں اور مختلف اقوام کی پولیٹکل پارٹیوں سے مشورہ کر کے ایک سوراج کی سکیم تیار کرنی چاہئے۔ اور اس کی تیاری میں دوسری ایسی ہی یعنی سیاسی۔ مزدور پیشوں کی۔ تجارتی اور فرقہ وارانہ انجمنوں سے بھی تبادلہ خیالات کرنا چاہیئے +

اس کے معاً بعد لبرل فیڈریشن نے بھی ایک ریزولیوشن پاس کیا۔ جس میں اس نے مسلمان لیڈروں کے اعلان پر خوشی کے اظہار کے علاوہ یہ بھی پاس کیا۔ کہ مسلمانوں کی تجویز کے متعلق مختلف اقوام کے باقاعدہ طور پر منتخب شدہ نمائندوں کو جلد سے جلد غور کر کے ایک متفقہ فیصلہ پر پہنچنا چاہیئے

لبرل فیڈریشن کے جلسہ کے بعد مسلم لیگ نے بھی ایک جلسہ کیا۔ اور یہ ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ لیگ کونسل ایک سب کمیٹی مقرر کرے جو انڈین نیشنل کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ساتھ ملکر ہندوستان کے لئے ایک قانون اساسی تیار کرے۔ جس میں مسلمانوں کے حقوق کی پورے طور پر نگہداشت کر لی گئی ہو +

ادھر تو لبرل فیڈریشن اور مسلم لیگ نے مندرجہ بالا ریزولیوشن پاس کئے۔ ادھر کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے کانگریس کے منشاء کے مطابق مختلف انجمنوں کو دعوتی رقعے بھیجے۔ جن میں سے مسلمانوں کی دو انجمنیں تھیں ایک تو آل انڈیا مسلم لیگ دوسری خلافت کمیٹی۔ اس کے مقابلہ میں پارسیوں کی چار انجمنوں کو دعوت دی گئی۔ ریاستوں کے باشندوں کی تین انجمنوں

کو دعوت دی گئی۔ بقول نہرو رپورٹ کے مذکورہ بالا انجمنوں میں سے بہتوں نے اپنے نمائندے بھیجے۔ اور بارہ فروری ۱۹۲۸ء سے بائیس فروری تک دہلی میں اس کانفرنس کا اجلاس ہوتا رہا۔ اس کانفرنس نے جو ریزولیوشن پاس کئے۔ ان کے متعلق مسلم لیگ کی کونسل نے فوراً ہی اجلاس کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا۔ اور اس طرح یہ آل پارٹیز کانفرنس آل پارٹیز کانفرنس نہیں۔ بلکہ صرف ہندو کانفرنس رہ گئی۔ مسلم لیگ کی کونسل نے یہ بھی ریزولیوشن پاس کیا کہ اس کے نمائندے تمام جماعتوں کے نمائندوں پر زور دیں۔ کہ وہ لیگ کے کلکتہ کے اجلاس کے ریزولیوشن کو قبول کر لیں۔ اور قانون اساسی کے بنانے میں حصہ لینے سے پہلے کونسل کے پاس رپورٹ کریں۔ کہ انہیں اس امر میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے گویا اس طرح لیگ نے اپنے نمائندوں کو قانون اساسی کی بنانے والی کمیٹی میں حصہ لینے سے بھی روک دیا۔

نہرو رپورٹ کے مرتب کرنے والے لکھتے ہیں۔ کہ مسلم لیگ کونسل کے اس فیصلہ نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ اس فیصلہ کے رو سے مسلم لیگ کے نمائندے کمیٹی کی رپورٹ پر غور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ جبتک کہ مسلم لیگ کی پاس کردہ تجویز کو پورے طور پر تسلیم نہ کر لیا جاتا۔ یا لیگ کونسل دوبارہ نئی ہدایات نہ دیتی۔ ان حالات میں آل پارٹیز کانفرنس ۸ مارچ کو پھر اکٹھی ہوئی۔ مگر یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ اس دفعہ اس کانفرنس میں کون کون لوگ شامل ہوئے تھے اور دو سب کمیٹیاں ایک سندھ کی علیحدگی اور دوسری نسبتی نیابت کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مقرر کی گئیں۔

۲۲ر فروری کو جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ اس کی رپورٹ پر غور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ مسلم لیگ کے نمائندوں نے اس پر بحث کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے کانفرنس نے رپورٹ کو شائع کرنے کا حکم دیا۔ اور ۱۹ر مئی ۱۹۲۸ء تک اپنے اجلاس کو ملتوی کر دیا۔ اسی دوران میں ہندو مہاسبھا نے بھی اپنا ایک جلسہ اپریل کے مہینہ میں کیا۔ اور مسلم لیگ کے فیصلے ۔ ۔ ۔ بعض حصوں کی سختی سے مخالفت کی۔

۱۹ مئی کو آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس پھر بمبئی میں ہوا اور چونکہ اس وقت کے حالات کے ماتحت کسی متفقہ فیصلہ کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ یہ تجویز کی گئی۔ کہ ایک چھوٹی سی سب کمیٹی مقرر کی جائے۔ جو سب امور پر یکجائی نظر ڈالے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اصحاب کی ایک سب کمیٹی تجویز کی گئی۔ سر علی امام اور مسٹر شعیب قریشی مسلمانوں کے نقطہ نگاہ کے پیش کرنے کے لئے۔ مسٹر انی اور مسٹر جیاکار ہندو مہاسبھا کی نمائندگی کے لئے۔ سردار منگل سنگھ سکھ لیگ کی طرف سے۔ سر تیج بہادر سپرو لبرل فیڈریشن کی طرف سے۔ مسٹر جوشی مزدوروں کی طرف سے ان کے علاوہ مسٹر سوبھاس چندرا بوس اور پنڈت موتی لال نہرو بھی اس کے ممبر تھے۔ گویا نو ممبروں میں سے دو مسلمان اور سات ہندو ممبر تھے۔ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سر علی امام بوجہ بیماری صرف ایک اجلاس میں شریک ہوئے۔ اور اس طرح گویا صرف مسٹر شعیب قریشی مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ رہتے۔

اوپر کے حالات خود نہرو رپورٹ سے ہی لئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض کارروائیاں جو پس پردہ ہوتی رہی ہیں۔ اور جنھیں اب بعض مسلم لیڈر شائع کر رہے ہیں۔ میں انھیں نظرانداز کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے مقصد کے حصول کے لئے خود ہی حالات کافی ہیں۔ ان حالات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کمیٹی ہرگز تمام ہندوستان کی نمائندہ نہ تھی۔ چند آدمی اپنی مرضی سے ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ جن میں سے بہت سے لوگ ایسے تھے۔ کہ انھوں نے اپنے آپ کو آپ ہی لیڈر قرار دے لیا تھا۔ نہ مختلف صوبوں کی نمائندگی اس میں ہوئی نہ مختلف جماعتوں کی۔ مثال کے طور پر میں اپنی ہی جماعت کو لیتا ہوں۔ ہماری جماعت سے شروع سے لیکر آخر تک کسی نے نہیں پوچھا۔ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ حالانکہ ہم تعداد میں کس قدر بھی کم ہوں۔ مگر پارسیوں سے زیادہ ہیں اور آل انڈیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہماری مضبوط جماعتیں تین صوبوں میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی پنجاب۔ بنگال اور صوبہ سرحدی۔ اس کے علاوہ بہار۔ یو۔پی۔ مدراس اور سندھ میں بھی معقول جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں تو ہر صوبہ میں ہیں۔ ہماری جماعت منظم ہے۔ اور رجسٹر شدہ تعداد کے لحاظ سے اور نظام کے لحاظ سے تو شائد کوئی ہندو سوسائٹی ہی اس کے مقابلہ میں پیش کی جا سکتی۔ آل پارٹیز کانفرنس کے نمائندے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت اپنے مذہبی اور سیاسی مسائل کو ایک ہی پلیٹ فارم پر طے کرتی ہے۔ اور محض اس وجہ سے کہ ہمارے نزدیک مذہب سیاست اور تمدن کی ضروریات کے لئے الگ الگ انجمنوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ہی مجلس میں ان مسائل پر بحث ہو سکتی ہے۔ بلکہ بہتر طریق یہ ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ گو ہماری جماعت کو نظر انداز کر دو۔ اس کمیٹی کا اصل کام ۱۹۲۸ء سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس وقت مسلم لیگ کے دو حصے ہو چکے تھے۔ ایک لاہور کی آل انڈیا لیگ کہلاتی اور ایک کلکتہ کی۔ رپورٹ سے کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ لاہور کی لیگ کی نمائندگی کی بھی کوشش کی گئی۔ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ جات کی لیگوں کی نمائندگی کیلئے کوشش کی گئی حالانکہ جن مسائل پر اختلاف زیادہ بھیانک صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ وہ آل انڈیا مسائل نہیں ہیں۔ بلکہ صوبہ جات کے مسائل ہیں۔ پس خالی آل انڈیا کی لیگ کے دونوں حصوں کی نمائندگی بھی کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ آل پارٹیز کانفرنس کبھی آل پارٹیز کانفرنس نہیں ہو سکتی تھی۔ جبتک کہ وہ سب قسم کے خیالات کے لوگوں کو دعوت نہ دے۔

نہرو رپورٹ ہندوستان کے لئے دو مجالس کی تجویز کو پیش کرتی ہے ایک جس میں کل ہندوستان کے نمائندے براہ راست چنے جائیں اور دوسری سینٹ جس میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی نقل میں صوبہ جات کی کونسلیں اپنے نمائندے بھیجیں۔ (نہرو رپورٹ صفحہ ۹۵) اگر معمولی قسم کے قوانین کے لئے جو وقتی اور جزئی ہونگے۔ دو قسم کی نمائندگی کی ضرورت ہے۔ تو کیا کانسٹی ٹیوشن کے سوال کے متعلق اس امر کی ضرورت نہیں تھی کہ صوبہ جات کی لیگز کے نمائندے بھی طلب کئے جاتے۔ تا کہ وہ اپنے اپنے نقطہ نگاہ کو پیش کر سکیں۔ کیا یہ بات آل پارٹیز کانفرنس کی نظر سے پوشیدہ تھی کہ کئی صوبہ جات کی کثرت مرکزی انجمن کی کثرت کے مخالف ہے۔ پھر مرکزی انجمن کی نمائندگی قانون اساسی کے حل کے لئے کس طرح کافی ہو سکتی تھی۔ مثال کے طور پر پنجاب۔ بنگال۔ سندھ۔ یوپی اور صوبہ سرحدی کے مسلمانوں کو لے لو۔ ان میں سے اکثر کے خیالات نیابت کے طریق کے متعلق کلکتہ لیگ سے مختلف ہیں۔ پھر کلکتہ لیگ کے نمائندے ان لوگوں کے نمائندے کس طرح ہو سکتے تھے۔ آل پارٹیز کانفرنس اگر ملک کی نمائندہ کہلانا چاہتی تھی۔ تو اسے چاہئے تھا۔ کہ ہر ایک صوبہ کی انجمنوں کو بھی دعوت دیتی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھتی۔ کہ ان کی طرف سے جو نمائندے آئیں وہ صرف اکثریت کے نمائندے نہ ہوں۔ بلکہ اقلیتوں کے نمائندے بھی شامل ہوں۔ تاکہ ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے خیالات کو سننے کے بعد کسی فیصلہ پر پہنچا جائے۔ لیکن نسبتی نیابت کی حمایت کا دعوےٰ کرنے والے کرتے ہیں۔ تو کیا۔ کہ صرف ان انجمنوں کو دعوت دیتے ہیں جو [illegible] نقطہ نگاہ سے متفق ہیں۔ یعنی مشترک انتخاب کے حامیوں کو۔ ان انجمنوں کے ناموں کو پڑھ جاؤ جن کے نام نہرو رپورٹ کے صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر لکھے ہیں۔ ایک انجمن بھی ان میں ایسی نہیں ہے۔ کہ جو جداگانہ انتخاب کی حامی ہو۔ پس صرف ان انجمنوں کو بلانا جو پہلے سے اس اصل پر متحد تھیں جس کے متعلق ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ اختلاف رکھتا ہے کیا یہ نہیں بتاتا۔ کہ یہ کانفرنس آل پارٹیز کانفرنس نہ تھی۔ بلکہ ایک خیال کی مختلف جماعتوں کی کانفرنس تھی۔

اس سوال کی حقیقت اس واقعہ کے یاد کرنے سے پوری طرح کھل جاتی ہے۔ جسے نہرو کمیٹی نے دبا دیا ہے۔ اور وہ شملہ کے مسلمانوں کی آل پارٹیز کانفرنس ہے۔ نہرو کمیٹی نے اس امر کا تو ذکر کیا ہے۔ کہ دہلی میں مسلم لیڈروں نے ایک جلسہ کر کے بعض شرائط کے ماتحت مخلوط انتخاب کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن یہ ذکر وہ بالکل چھوڑ گئی ہے کہ اس مشورہ کو قوم کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس بھی شملہ کے مقام پر منعقد کی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب چند مسلم لیڈروں نے دہلی میں مخلوط انتخاب کو بعض شرائط کے ساتھ تسلیم کر لیا تو اس پر ہندوستان میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں اور ان لیڈروں کو معلوم ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کا اکثر حصہ ان کی اس تجویز سے متفق نہیں ہے۔ اسی عرصہ میں ناگپور میں ہندو مہاسبھا کا جلسہ ہوا۔ اور اس میں مسٹر کلکر نے بحیثیت پریذیڈنٹ ایک تقریر کی جس میں مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق ایسا رویہ اختیار کیا۔ کہ بعض مسلم لیڈر اپنی غلطی کو محسوس کرنے لگے۔ اس پر مسلم لیگ نے ستمبر ۱۹۲۷ء میں شملہ میں ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے نمائندوں کو بلایا۔ اور اپنی دعوت کو صرف لیگ کے ممبروں تک محدود نہ رکھا۔ مجھے بھی اس موقعہ پر دعوت دی گئی۔ میں ایسی مجالس میں جایا تو نہیں کرتا۔ لیکن اس وقت چونکہ اتفاقاً مذہبی مسودہ قانون کی بابت کوشش کرنے کے لئے میں شملہ گیا ہوا تھا میں بھی اس آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں شامل ہوا۔ دو دن کی بحث کے بعد ایک بڑی بھاری اکثریت جداگانہ انتخاب کی تائید میں ثابت ہوئی۔ اور اگر ووٹ لئے جاتے۔ تو یقیناً ۹۰ فیصدی ممبر جداگانہ انتخاب کی تائید میں ہوتے۔ جو لوگ مخلوط انتخاب کی تائید میں تھے۔

ان میں سے بھی اکثر نے اقرار کیا کہ ان کی ذاتی رائے مخلوط انتخاب کی تائید میں ہے۔ لیکن ان کے ہم وطنوں کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں ہے۔ وہ ایک قابل دید نظارہ تھا۔ مسٹر جناح کی تمام کوششوں کے باوجود مختلف صوبہ جات اور مختلف جماعتوں کے نمائندے جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھے آخر مسٹر جناح نے جو پریذیڈنٹ تھے۔ اٹھکر صاف لفظوں میں کہا۔ کہ ووٹ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ کوئی باقاعدہ ایسوسی ایشن نہیں۔ وہ مسلمانوں کی عام رائے کو سمجھ گئے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ان کی رائے مخلوط انتخاب کے حق میں ہے مگر وہ مسلمانوں کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہندوؤں سے سمجھوتہ کے وقت اس امر کو پیش کریں گے۔ جس طرف مسلمانوں کی اکثریت ہے:

یہ کانفرنس دہلی کے بیس مسلم لیڈروں کے فیصلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھی تھی۔ اور اس میں مخالف اور موافق ہر قسم کے خیالات کے لوگ تھے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس کے سامنے نہ مدراس کانگرس کے ریزولیوشن تھے۔ اور نہ نہرو کمیٹی کے بلکہ دہلی کے مسلم لیڈروں کی تجویز تھی۔ جو مدراس کانگریس اور نہرو کمیٹی کی نسبت مسلمانوں کی رائے کے بہت زیادہ قریب تھی۔ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے نمائندوں کی ایک زبردست اکثریت نے اسے رد کر دیا۔ حتیٰ کہ خود اس تجویز کے مجوزوں میں سے بھی بعض آدمی جیسے کہ سر محمد شفیع اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ پس جبکہ مسلمانوں کا ایک اجتماع مخلوط انتخاب کی تجویز کو رد کر چکا تھا۔ تو اس سے یہ بات ظاہر ہو چکی تھی۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت مخلوط انتخاب کے مخالف ہے۔ پھر باوجود اس کے آل پارٹیز کانفرنس نے کیوں ان مخالف خیال والوں کو دعوۃ نہیں دی۔ اگر نہیں دی تو بھی وہ تمام خیالات کی نمائندہ نہیں کہلا سکتی۔ اور اگر دی اور انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا تو بھی ثابت ہوا کہ ہندوستان کی ایک زبردست قوم کی اکثریت کو اس آل پارٹیز کانفرنس پر کسی قسم کا کوئی اعتبار نہ تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس کے جلسوں میں شامل ہونا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ پس اس کانفرنس کو ہندوستان کا نمائندہ کون کہہ سکتا ہے۔

مگر میں جو واقعات اوپر نہرو رپورٹ سے نقل کر آیا ہوں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کانفرنس کلکتہ لیگ کی بھی جو در حقیقت ایک ہی مسلمانوں کی آواز تھی۔ نمائندہ نہ تھی۔ کیونکہ نہرو رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل نے اپنے نمائندوں کو یہ ہدایت دی تھی۔ کہ جب تک کلکتہ سیشن کے پاس کردہ ریزولیوشن کو پہلے تسلیم نہ کر لیا جائے۔ اس وقت تک وہ اس کی کارروائی میں حصہ نہ لیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ریزولیوشن کو لیگ نے کب مسترد کیا۔ نہرو رپورٹ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ہدایت کو کبھی بھی مسترد نہیں کیا گیا۔ پس جب اس ہدایت کو مسترد نہیں کیا گیا تو بمبئی کانفرنس کی تجویز کے ماتحت جو سب کمیٹی بنی تھی۔ اس میں مسلم لیگ کے نمائندے اسی ہدایت کے ماتحت ممبر ہوئے تھے۔ نہ کہ اس سے آزاد ہو کر اور وہ ہدایت یہ تھی کہ کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن کو کلی طور پر تسلیم کئے بغیر مسلم لیگ قانون اساسی پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بمبئی کانفرنس کے دوران میں یا اس کے بعد کوئی جلسہ لیگ کا ایسا نہیں ہوا۔ جس میں اس شرط کو توڑ دیا گیا ہو۔ پھر کس طرح جائز ہو سکتا تھا۔ کہ لیگ کے نمائندے اپنے اختیار سے باہر جا کر کوئی کام کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا نہرو کمیٹی نے کلکتہ ریزولیوشن کو کلی طور پر تسلیم کیا۔ وہ خود اقرار کرتی ہے۔ کہ نہیں۔ (دیکھو نہرو رپورٹ صفحہ ۲۵) مسلم نمائندے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ نہیں۔ اور اگر نہرو کمیٹی نے کلکتہ ریزولیوشن کو تسلیم نہیں کیا۔ تو لیگ کے فیصلہ کے مطابق اس کے نمائندوں کو اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کی اجازت ہی کب ہو سکتی تھی۔ اور اگر وہ باوجود کونسل کی ہدایت کے اس کمیٹی کے اس فیصلہ کے بعد کہ کلکتہ کی تجویز میں تبدیلی کر دی جائے۔ اس کمیٹی کے ساتھ بیٹھتے رہے ہیں۔ تو یقیناً وہ لیگ کے نمائندے نہ تھے۔ وہ لیگ کونسل کے فیصلہ کے مطابق اسی وقت سے لیگ کی نمائندگی سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ جب سے انہوں نے کلکتہ ریزولیوشن کے خلاف فیصلہ کن کمیٹی سے قطع تعلق نہیں کیا۔ اور اس صورت میں یہ بات خوب اچھی طرح ظاہر ہے۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا وہ حصہ جو مسٹر جناح کی صدارت میں کام کرتا ہے۔ اس کی نیابت بھی اس کمیٹی کو حاصل نہ تھی۔ اور اس طرح یہ کمیٹی مسلمانوں کے نمائندوں سے بالکل خالی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ مولانا شوکت علی مسٹر محمد یعقوب حسرت موہانی مولوی شفیع داؤدی اور دوسرے مسلم لیگ اور خلافت کے سر کردہ ممبر نہرو کمیٹی کی مخالفت کر رہے ہیں:

مجھے اس تفصیل سے اس مسئلہ پر اس لئے لکھنا پڑا ہے کہ میں نہایت ہی تکلیف سے دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان کے کروڑوں لوگوں کو گائے اور بیل کی طرح ہانکا جا رہا ہے۔ سو دو سو آدمی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے فیصلہ کو بڑے موٹے لفظوں میں ہندوستان کے لیڈروں کا فیصلہ قرار دے کر شائع کر دیتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ لیڈران لوگوں کو کس نے بنایا ہے۔ دنیا کے کسی اور ملک میں اس سے زیادہ ذلت اور حقارت جمہور کی نہیں کی جاتی۔ فرض کر لیا جاتا ہے کہ باقی سب ملک چند آدمیوں کی جائداد ہے۔ وہ اس سے جس طرح چاہیں معاملہ کریں۔ میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے پچھلے سال یونیٹی کانفرنس میں دیکھا کہ مجتمع شدہ لوگوں میں سے بھی بعض کو بعض لوگ ڈانٹتے تھے۔ کہ اپنے لیڈروں کی قدر کیوں نہیں کرتے۔ اور ان کی بات کیوں نہیں مانتے۔ میرا دل کئی بار چاہا کہ پوچھوں کہ کیوں صاحب ان بعض احباب کو باقی لیڈروں کا لیڈر کس نے بنایا ہے۔ مگر آداب مجلس کی وجہ سے خاموش رہا۔ مگر میں نے اس بنا پر شملہ میں ایک لیکچر دیا۔ اور اس میں یہ بیان کیا کہ ہندوستان لیڈروں کی کمی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ پیروؤں کی کمی کی وجہ سے نقصان اٹھا رہا ہے۔ ہر اک جو سیاست میں کچھ حصہ لیتا ہے اپنے آپ کو لیڈر سمجھنے لگتا ہے۔ اور کبھی خیال نہیں کرتا۔ کہ میرے پیچھے کوئی جماعت ہے بھی یا نہیں۔ سائمن کمیشن کی آمد پر جو میں نے ٹریکٹ شائع کیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے لکھا تھا۔ کہ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شہر اور قصبہ میں مسلمان اپنی انجمنیں بنائیں۔ اور تمام مختلف الخیال مسلمانوں کو ان کا ممبر بنائیں۔ اور پھر ہر ایک تجویز کے متعلق ہر شہر اور قصبہ سے آواز بلند ہو۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں کی عام رائے کیا ہے۔ اور بعض بلند آہنگ لوگ اپنی رائے کو مسلمانوں کی رائے نہ قرار دے سکیں۔ اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں کہ نہ آل انڈیا کانفرنس ہندوستان کی نمائندہ تھی۔ اور نہ نہرو کمیٹی مسلمانوں کے کسی فریق کی ہی نمائندہ تھی۔ ایک خاص خیال کے لوگوں کی ایک کانفرنس ہوئی اور اس میں سے بھی مسلمانوں کی نیابت کو عملاً خارج کر کے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ جس کی رپورٹ اب ہندوستان کے نمائندوں کی رپورٹ کے نام سے مشہور کی جا رہی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ نہرو کمیٹی یا آل پارٹیز کانفرنس سب فرقوں اور جماعتوں کی نمائندہ نہ سہی۔ لیکن اگر وہ ایک ایسی رپورٹ پیش کرتی ہے۔ جس میں مختلف اقوام کے حقوق کی نگہداشت کر دی گئی ہے۔ تو کیا اسے رد کر دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہرگز نہیں اگر وہ رپورٹ ایسی ہی ہے۔ تو ہم اسے ضرور قبول کریں گے۔ لیکن ہماری بے اعتباری جو اس وقت تک ہندو مسلم فسادات کا سب سے بڑا موجب ہے۔ اور بھی بڑھ جائیگی۔ اور ہمارے دل ضرور یہ کہیں گے۔ کہ جب قانون اساسی کے بناتے ہوئے مسلمانوں کی نیابت کا خیال نہیں رکھا گیا۔ تو آئندہ چھوٹے قوانین بناتے ہوئے مسلمانوں کے احساسات کا خیال کب رکھا جائیگا۔ مگر بہرحال چونکہ رپورٹ ہمارے سامنے آ گئی ہے۔ اس لئے اس کے حسن و قبح کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اس پر غور کرنے کے بعد بھی میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ یہ سکیم ہرگز ملک کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً مسلمانوں کو تو اس سے سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے:

پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ریاست جموں

ریاست جموں و کشمیر کی حکومت نے ایک سرکاری بیان میں ان وجوہات کا ذکر کیا ہے۔ جن کی وجہ سے پیر جماعت علی شاہ صاحب کا ریاست میں داخلہ بند کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"انجمن اہل سنت الاسلام جموں نے جب اپنا سالانہ جلسہ مسلم ہال جموں میں اپریل ۱۹۲۷ء کو کیا۔ تو پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے بحیثیت اس کے صدر ہونے کے ایک نہایت جوشیلی تقریر کی۔ اور مسلمانوں کے فرقہ احمدی کے مذہبی جذبات کے برخلاف بھی بہت کچھ کہا۔ پیر صاحب موصوف کی صدارت میں اور بھی بہت سی جوشیلی تقریریں ہوئیں۔ جن سے کہ مختلف فرقوں میں منافرت پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔ اور امن عامہ کے لئے بھی خطرناک تھیں

یہ صورت حالات اس سے پہلے بھی واقع ہو چکی تھی۔ اور یہ کوئی پہلا موقعہ ہی نہ تھا۔ ۱۹۱۴ء میں بھی جب پیر صاحب جموں تشریف لائے تھے۔ تو انہوں نے اپنا ناجائز پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا۔ اور اس کے بعد جب دوبارہ ۱۹۱۵ء میں آئے۔ تو انہوں نے کھلم کھلا ایک نہایت فتنہ انگیز اور باغیانہ تقریر کی تھی۔ لیکن چونکہ یہ ان کی طرف سے پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے ریاست نے اسے نظر انداز کر دیا۔

لیکن گورنمنٹ کی اس نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے پیر صاحب جب ۱۹۱۶ء میں اپنے بیٹے کے ہمراہ تشریف لائے۔ تو انہوں نے پھر انجمن اسلامیہ جموں کے تحت میں ویسی ہی قابل اعتراض تقریریں کیں۔ اور ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کے متعلق بھی بہت ناخوش گوار باتیں کہیں۔ چنانچہ اس پر آپ کو اور آپ کے بیٹے کو حدود ریاست میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور انجمن اسلامیہ کو بھی اس سے باز رہنے کو متنبہ کر دیا گیا۔

باایں ہمہ پیر صاحب موصوف اور ان کے بیٹے کو پھر اجازت دیدی گئی۔ کہ وہ پہلے سپرنٹنڈنٹ پولیس کی اجازت سے حدود ریاست میں آ جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ کوئی ایسی جوشیلی تقریر نہ کریں۔ جس سے عامۃ الناس کے امن میں خلل پڑنے کا احتمال ہو۔ بعد ازاں یہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا۔ اور مہاراجہ صاحب بہادر کی کمال مہربانی سے اور انجمن کی ذمہ داری پر آپ کو آنے کی پھر اجازت دیدی گئی۔ مگر انہوں نے پھر جماعت احمدیہ کے خلاف فتنہ انگیز تقریر کی"

اس اعلان کو پڑھکر ہر سمجھدار انسان کو ماننا پڑیگا۔ کہ وہ جموں و کشمیر کی گورنمنٹ نے پیر صاحب کے متعلق جو فیصلہ کیا وہ رعایا کے امن و امان اور انصاف کے لحاظ سے نہایت ضروری اور دور اندیشی پر مبنی ہے۔ پیر صاحب سے بار بار درگذر کیا گیا۔ مگر انہوں نے اس کی قدر نہ کی۔ اب اگرچہ انہوں نے اپنے وعدوں اور معافی ناموں کا کوئی اعتبار باقی نہیں رہنے دیا۔ تاہم اگر وہ اپنی سابقہ روش ترک

اشارات

ہنرو کمیٹی کی رپورٹ کی تجاویز کے متعلق بحث کے سلسلہ میں مسلم خواتین کے ووٹ دینے کے سوال کو عجیب و غریب پیرائے میں حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کا خیال ہے کہ چونکہ مسلمان خواتین غیر مسلم عورتوں کے مقابلہ میں بہت کم تعلیم یافتہ ہیں۔ علاوہ ازیں پردہ داری اور شرم و حیا کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے بمقابلہ غیر مذاہب کی عورتوں کے ووٹنگ کی کشمکش میں پڑنے سے پرہیز کرینگی۔ اس لئے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں بھی خطرہ ہے کہ وہ اقلیت میں رہیں گے۔ فی الواقع یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔

اس کے جواب میں نہرو رپورٹ کے حامی مسلمان جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ "مسلمان عورتیں جب داتا گنج۔ پیران کلیر۔ بابا فرید شکر گنج اور میلوں تماشوں میں جا سکتی ہیں۔ تو ووٹ دینے کے لئے پولنگ سٹیشن پر کیوں نہیں جا سکتیں"

ان الفاظ میں جن مقامات پر عورتوں کے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں کی قباحتوں سے کون واقف نہیں اور کون باغیرت مسلم ہوگا جس کی یہ کوشش نہ ہو۔ کہ عورتوں کو ایسے مجمعوں میں جانے سے روکا جائے۔ اور میلوں تماشوں میں شامل ہونے سے باز رکھا جائے۔ یہ دلیل دینے والے غالباً خود بھی گوارا نہ کرتے ہونگے۔ کہ ان کی عورتیں ایسے مجمعوں میں دندناتی پھریں لیکن حیرت ہے۔ کہ نہرو رپورٹ کے حامی بڑی فراخ حوصلگی سے ان میں "پولنگ سٹیشن" کا اضافہ فرما رہے ہیں۔ اور اس کوشش کا سہرا اس شخص کے سر باندھ رہے ہیں۔ جو "غازی" کہلاتا ہے۔ جب غازیوں کی غیرت و حمیت کا یہ حال ہو۔ تو دوسروں کا کیا کہنا۔

اس سے بھی بڑھکر ایک "مولانا" فرماتے ہیں:-

"جب تم اپنی عورتوں کو خود آزاد کر رہے ہو۔ ان میں مغربیت کی روح پھونک رہے ہو۔ پردے اٹھا رہے ہو۔ تو کیا ووٹ دینے کے قابل نہ بنیگی"

مطلب یہ کہ ووٹ دینے کے قابل بنانے کے لئے عورتوں کو آزاد کرنے ان میں مغربیت کی روح پھونکنے اور ان کا پردہ اٹھا دینے کے جواز کا فتوے مل رہا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب نہرو سکیم کے جاری ہونے سے قبل مسلمانوں کے "مولانا" شریعت اسلامیہ کی اس طرح تحقیر کرنے پر اتر آئے ہیں۔ تو اس کے اجرا کے بعد وہ کیا کچھ کریں گے۔

اسی سلسلہ میں مسلم خواتین کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ

"وہ اپنی تنومندی کے لحاظ سے غیر مسلم عورتوں سے بدرجہا زیادہ مضبوط اور زیادہ مستعد ثابت ہوں گی"

اگر نہرو سکیم میں ووٹ کا حق عورتوں کی "تنومندی" کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی درست ہو۔ کہ مسلمان خواتین غیر مسلم عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ تنومند ہوتی ہیں۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ وہ ہندو عورتوں کی نسبت بدرجہا زیادہ مضبوط اور زیادہ مستعد ثابت ہوں گی۔ لیکن اگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ "تنومندی" میں ہندو عورتوں کی فوقیت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تو یقیناً مسلمان اس پہلو سے بھی سخت گھاٹے میں رہیں گے۔

ایک "مولانا" نے مسلمانان پنجاب کو اپنی اکثریت کو ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے قربان کر دینے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا

"میں نہ تو پچپن فیصدی کا حساب جانتا ہوں۔ نہ سو فیصدی کا حامی ہوں۔ میرا ایمان ہے۔ کہ مسلمان اگر مسلمان ہی تو اسے اعداد و شمار کی پرواہ نہ ہونی چاہیئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جنگ بدر میں کتنے مسلمان تھے۔ جنہوں نے کفار پر فتح پائی"

مسلمان کی یہ نئی تعریف کہ "اسے اعداد و شمار کی پرواہ نہ ہونی چاہیئے" اتنی حیرت انگیز نہیں۔ جتنا جنگ بدر کی مثال کا اس موقعہ پر چسپاں کرنا۔

بدر کے میدان میں مسلمان پرچیاں ڈالنے کے لئے جمع نہ ہوئے تھے۔ نہ ان کے لئے یہ قانون نافذ تھا۔ کہ ایک شخص ایک ہی پرچی ڈال سکتا ہے۔ ورنہ گرفتار کر لیا جائیگا۔ بلکہ ایک ایک مسلم کو کئی کئی کفار کو موت کے گھاٹ اتارنے کی طاقت بخشی گئی تھی۔ اب جبکہ کسی مسلمان کو ایک سے زیادہ پرچی دینے کا اختیار ہی نہ ہوگا۔ تو کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسے اعداد و شمار کی پرواہ نہ ہونی چاہیئے"۔

اس قسم کی باتیں محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی چالیں ہیں۔ اور افسوس یہ ہے۔ کہ یہ چالیں مولانا کہلانے والے چل رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے اس وقت غور و تدبر سے کام نہ لیا۔ اپنے سیاسی اور ملکی حقوق کی حفاظت پوری طاقت اور قوت سے نہ کی۔ تو ان کے گلے میں ایسا خطرناک پھندا پڑ جائیگا جس سے کبھی مخلصی نہ حاصل کر سکیں گے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

(از جناب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن)

ماں اور بچہ پر رحم

ایک دن آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ کہ کئی دفعہ جب میں نماز پڑھاتا ہوں۔ تو میرا ارادہ ہوتا ہے۔ کہ نماز کو لمبی کروں گا اتنے میں پیچھے سے کسی بچے کے رونے کی آواز آجاتی ہے تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ تاکہ ماں کو تکلیف نہ ہو

مال سے بے رغبتی

عقبہؓ ایک صحابی کہتے ہیں۔ کہ میں نے مدینہ میں آنحضرت ؐ کے پیچھے ایک دفعہ عصر کی نماز پڑھی۔ آپؐ سلام پھیرتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی جلدی گھر میں تشریف لے گئے کہ لوگ حیران ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب واپس تشریف لائے۔ تو لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ خیر تھی؟ آپؐ نے فرمایا۔ مجھے کچھ سونا یاد آگیا تھا۔ جو گھر میں پڑا رہ گیا تھا۔ اور یہ بات بری لگی۔ کہ مجھے اس کا خیال بھی آئے۔ اس لئے جلدی سے جاکر اسے خیرات کرا آیا۔

عورت کی عزت

انسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت معہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے عسفان سے مدینہ واپس آرہے تھے۔ کہ اچانک آپؐ کی اونٹنی کا پیر پھسل گیا۔ اور آپؐ معہ اپنی بیوی صفیہؓ کے اس پر سے گر پڑے۔ ابو طلحہؓ صحابی یہ حالت دیکھ کر اپنے اونٹ پر سے کودے۔ اور دوڑ کر آنحضرت ؐ کے پاس پہونچے۔ عرض کیا۔ صدقے جاؤں۔ کوئی چوٹ تو نہیں لگی۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ ابو طلحہؓ پہلے عورت کی خبر لو۔ اس پر ابو طلحہؓ نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ اور حضرت صفیہ کے پاس گئے۔ اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ پھر سواری کو درست کیا اور دونوں کو سوار کرایا۔

ہلکے پیٹ کھاؤ

ایک دفعہ ابو جحیفہؓ صحابی نے عمدہ کھانا پیٹ بھر کر کھایا اور آنحضرت ؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اور وہاں بیٹھے بیٹھے زور سے ڈکار لی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو لوگ دنیا میں ٹھونس ٹھونس کر کھائیں گے۔ وہ قیامت میں بھوکے رہیں گے۔ یہ نصیحت سن کر ابو جحیفہؓ نے پھر کبھی ساری عمر پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا اگر رات کو کھاتے۔ تو دن کو بھوکے رہتے۔ اور دن کو کھالیتے تو رات کو فاقہ کرتے۔

صحابہ کا رنگ

آنحضرت ؐ کے اصحاب مُردہ دل اور خشک مزاج نہ تھے۔ اپنی مجلسوں میں اشعار بھی پڑھتے تھے۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے قصے بھی سنایا کرتے تھے۔ ہنسی مذاق بھی کر لیتے تھے۔ سیر و شکار بھی کیا کرتے تھے۔ بال بچوں سے بھی مشغول ہوتے تھے۔ لیکن جب کوئی دین کا کام آپڑتا تھا۔ تو سب باتیں چھوڑ کر اس میں اتنے محو ہوجاتے تھے کہ گویا دیوانے ہو گئے ہیں۔

صحابہ ہمیشہ اپنے قصور کی سزا کے لئے تیار رہتے

ایک صحابی تھے سلمہ بن صخرؓ۔ ان سے ایک گناہ ہو گیا۔ انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا۔ کہ مجھے پکڑ کر آنحضرت ؐ کی خدمت میں لے چلو۔ ان لوگوں نے انکار کیا۔ اس پر وہ خود حاضر ہوئے۔ اور اپنی غلطی بیان کی۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ کہ سلمہ تم اور یہ کام!! انہوں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آپؐ جو سزا مناسب ہو دیں۔ میں خدا کے حکم پر صابر رہونگا۔

تہجد گذار لڑکا

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک رات آنحضرت ؐ کے گھر میں اپنی خالہ کے پاس سویا۔ (ان کی خالہ میمونہؓ آنحضرت کی بیوی تھیں) آنحضرت ؐ کی باری اس دن وہیں کی تھی۔ آپؐ پچھلی رات تہجد کی نماز کے لئے اٹھے۔ اور پوچھا۔ کہ لڑکا سو رہا ہے؟ میں نے یہ لفظ سنے۔ تو میں بھی وضو کر کے آپ کے بائیں طرف نماز پڑھنے جا کھڑا ہوا۔ آپ نے میرا کان پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر لیا۔

آپؐ کا ایک معجزہ

ایک دفعہ ابو ہریرہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں آپ کی بہت حدیثیں سنتا ہوں۔ مگر پھر بھول جاتا ہوں۔ ایسا ہو کہ میں بھولا نہ کروں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دی۔ تو آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو چلو کی طرح بنایا اور میری چادر میں ڈال دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب اس چادر کو اپنے اوپر لپیٹ لو۔ میں نے لپیٹ لی۔ اس کے بعد پھر میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔

وفات کی پیشگوئی

ایک دن آنحضرت ؐ نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں ایک خطبہ پڑھا۔ اس میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک بندے کو دنیا و آخرۃ کے متعلق اختیار دیا۔ کہ جسے چاہے پسند کرے۔ اس بندے نے آخرت کو پسند کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ یہ بات سنکر رونے لگے یہاں تک کہ ان کی چیخیں نکل گئیں۔ بعض صحابہ نے کہا۔ ان کو اس بات پر رونا کیوں آیا۔ بھلا اس میں رونے کی کونسی بات ہے۔ اچھا ہوا جو اس بندے نے دنیا چھوڑ کر آخرۃ کو پسند کر لیا۔ مگر بعد میں صحابہ کو معلوم ہوا کہ اس میں آنحضرت ؐ نے خود اپنا ذکر کیا تھا۔ یعنی یہ کہ خدا نے مجھے اختیار دیا کہ چاہو تو دنیا میں رہو۔ چاہے اللہ کی طرف سفر اختیار کرو۔ چنانچہ آنحضرت ؐ نے اللہ کو اختیار کر لیا۔ (اور چونکہ حضرت ابو بکرؓ سب سے زیادہ علم اور عقل والے تھے اس لئے وہ فوراً بات کی تہ کو پہونچ گئے) حضرت ابو بکرؓ کے اس رونے پر آنحضرت ؐ نے فرمایا اے ابو بکر نہ روؤ۔ اے لوگو اگر سب سے زیادہ مجھ پر کسی کا احسان ہے تو ابو بکرؓ کا ہے۔ سب سے زیادہ ابو بکرؓ نے مجھ پر اپنا مال اور اپنا وقت قربان کیا ہے۔ اگر میں کسی کو خدا کے سوا جانی دوست بناتا تو ابو بکرؓ ہی بناتا۔ ہاں وہ میرے اسلامی بھائی اور پیارے ہیں۔ دیکھو مسجد میں جن جن لوگوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ سب کو بند کر دو۔ صرف ایک ابو بکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دو۔

عمارؓ کی شہادت کی خبر دینا

جن دنوں مسجد نبوی بن رہی تھی۔ اور صحابہ تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے۔ اور عمار بن یاسرؓ دو دو اٹھا کر لاتے تھے۔ آنحضرت ؐ نے جب ان کی محنت کو ملاحظہ فرمایا۔ تو محبت سے ان کی مٹی جھاڑنے لگے۔ اور فرمایا افسوس اے عمار تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ تو ان کو جنت کی طرف بلاتا ہوگا۔ اور وہ تجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہوں گے۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی طرف سے باغیان خلافت سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔)

فوجی کرتب مسجد میں

ایک دفعہ حبشی کرتب باز مدینہ میں آئے۔ اور اپنا فن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں دکھانے لگے آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اور اپنے دروازہ پر جو مسجد میں کھلتا تھا۔ اس طرح کھڑے ہوگئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اندر سے ان کے کرتب دیکھ لیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر سے حضرت عائشہؓ کا پردہ کر رکھا تھا۔

پادری عبد الحق صاحب کا چیلنج منظور

رسالہ ریویو آف ریلیجز بابت جولائی ۱۹۲۶ء میں ایک نوٹ بعنوان "صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر ایک پادری سے گفتگو" شائع ہوا ہے۔ جس میں مختصر طور پر پادری عبد الحق صاحب کی اس کھلی شکست کا تذکرہ ہے۔ جو انہیں گجرات (پنجاب) میں نصیب ہوئی۔ پادری صاحب موصوف اس مضمون کو پڑھ کر بہت سٹ پٹائے۔ اور ہزیمت خوردہ حریف کی طرح مذبوحی حرکات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کبھی تو آپ ایڈیٹر صاحب "القصاص" (گجرات) کی سچی شہادت پر انہیں "قادیانی مسیح کا خفیہ شاگرد" بتا رہے ہیں۔ جو اس وقت تک کھلے طور پر احمدیت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور کبھی ہمیں بے تحاشا گالیاں دے رہے ہیں۔ تاکہ عیسائیوں میں "تیس مار خاں" بنے رہیں۔ چنانچہ اخبار "نور افشاں" (لاہور) ۱۰ اراگست ۱۹۲۶ء کی پہلی قسط میں ہی آپ ہمارے متعلق یوں در افشانی فرماتے ہیں "ان کا مطمع نظر جھوٹ اوڑھنا۔ جھوٹ بچھونا جھوٹ سرہانہ" "لا ابالی فرقہ۔ ابلہ طرازی۔ دروغ بیانی" وغیرہ پادری صاحب کے ہم ذاتی طور پر واقف ہیں۔ ان کی تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے ابھی یہ پہلا قدم ہے۔ ہمیں ان سے زیادہ کی توقع ہے۔ مگر انہیں یاد رہے۔ ؎

یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار

ہم نے اس نوٹ میں بہ تسلسل گفتگو اس چیلنج کا بھی ذکر کیا تھا جس پر آپ گجرات میں اخیر تک خاموش رہے۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں

"میں آپکو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ انجیل کی رو سے حضرت مسیحؑ کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ثابت کریں۔ تو میں حضرت مرزا صاحب کی آٹھ پیشگوئیاں پیش کروں گا"۔ (ریویو صکا)

ہم نے اس چیلنج کو فٹ نوٹ میں "تمام عیسائی پادریوں" کیلئے عام کر دیا تھا۔ اس پر پادری صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:-

"نیستان قادیان کے اس جالندھری شیر نے جو چیلنج عام عیسائی پادریوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کو ہم بقول قادیانی مولوی فاضل انجیل سے ناواقف ہونے کے باوصف بھی اپنے نام پر ہی منظور کر لیتے ہیں"۔ (نور افشاں۔ ۱۰ اراگست)

ان الفاظ سے عیاں ہے کہ پادری صاحب نے کسی جبر کے ماتحت یہ الفاظ لکھے ہیں۔ ورنہ غا بتوال ہیں جہاں عیسائیوں نے ان کے نام کے ساتھ "فاتح قادیان" کے مطبوعہ الفاظ کو قینچی سے کاٹ کر ان کی حقیقت کو ظاہر کر دیا تھا۔ آپ اقرار کر چکے ہیں۔ کہ میں تم (یعنی خاکسار) سے کبھی مباحثہ نہ کروں گا۔ خیر ہم بہت خوش ہیں۔ کہ پادری صاحب دنیا کو تحقیق حق کا ایک اور موقعہ دیں گے۔

پادری صاحب کا چیلنج منظور

مندرجہ بالا سطور کے ساتھ ہی آپ لکھتے ہیں:-

"جواب میں تمام قادیانی علماء کے سامنے یہ چیلنج پیش کرتے ہیں کیا کوئی شیر دل (قادیانی) مقابلہ کے لئے آئیگا؟"

غالباً جناب نے ہماری نقل کرتے ہوئے یہ لفظ لکھ دئے ہیں۔ کیونکہ اگلے الفاظ میں کوئی "چیلنج" مذکور نہیں۔ ہاں "شرائط مناظرہ" کے عنوان سے آپ نے شرط اول یہ لکھی ہے۔ "کہ ایک مضمون عیسائی مسلمات میں سے منتخب کیا جائے۔ اور ایک احمدی عقائد میں سے اور دونوں پر بحث ہو"۔ حالانکہ یہ بات تو پہلے سے ہمارے چیلنج میں موجود ہے۔ سچ ہے ؏ نقل را عقل باید۔ ہاں اگر آپ کا منشاء یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا بحث کے علاوہ دوسرا مباحثہ اس طور سے ہو تو بھی "چشم ما روشن دل ما شاد" ہمیں بخوشی منظور ہے۔ آپ ہمارے عقائد میں سے کوئی ایک منتخب کر لیں۔ ہم بھی کر لینگے۔ غرض ہم ہر پہلو سے آپ کا "چیلنج" منظور کرتے ہیں۔ ہمارے چیلنج کی منظوری آپ دے چکے ہیں۔ اس پر بحث مقدم ہے۔ تاریخ کا تعین اور مقام بحث کے تقرر سے جلد مطلع کریں بہتر ہو کہ یہ بحث بھی تحریری ہو جائے۔

شرائط مناظرہ

شرط نمبر اول اوپر درج ہو چکی ہے۔ آپ نے باقی شرائط حسب ذیل پیش کی ہیں۔

۲۔ "دعوٰی اور اس کے دلائل فریقین اپنی اپنی مسلمہ کتب سماویہ سے پیش کرینگے۔ اس کے علاوہ معقولی دلائل تائیدی رنگ میں بیان کر سکینگے"

ہم اس شرط کو بلا ترمیم منظور کر لیتے۔ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ "تائیدی رنگ" کا مفہوم سمجھتے ہیں۔ لیکن اب ہم اس کے ساتھ بغرض توضیح اتنے الفاظ زیادہ کرتے ہیں "بشرطیکہ مسلمہ کتب سماویہ معقولی دلائل کی اجازت دیں۔ اور وہ ان کتب کے کسی بیان کے خلاف نہ ہوں"۔ امید ہے کہ آپ اس معقول تشریح کو منظور فرمائیں گے۔

۳۔ "مناظرہ تحریری یا تقریری جس صورت میں چاہیں ہمیں منظور ہے۔ مگر تحریری مناظرہ کی صورت میں یہ شرط ضرور ہوگی۔ کہ منقولی دلائل کیلئے بجز بائیبل اور قرآن کے اور معقولی کیلئے سوا منطق و فلسفہ کی کتابوں کے اور کسی قسم کی کتاب یا پرزہ دستی یا چھاپ شدہ رکھنے کی اور سوا طرفین کے ایک ایک مناظر کے کسی مددگار کو اپنے پاس بٹھانے کی ہرگز اجازت نہ ہوگی"۔

الجواب:- مناظرہ دونوں طرح یعنی تحریری و تقریری ہونا چاہیئے مناظرہ کی غرض چونکہ "ذاتی برائی کا اظہار نہیں۔ بلکہ تحقیق حق مطلوب ہے۔ اس لئے کسی تحریر یا مددگار کے پاس بٹھانے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں "مذہب کا معاملہ ہے۔ مرغوں کی لڑائی نہیں"۔ لیکن اگر آپ بایں ہمہ اس پر ہی اصرار کریں۔ تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔ بلکہ ہم اس بات کی بھی بخوشی اجازت دیدیں گے۔ کہ آپ اپنے مددگاروں کو بلالیں ہم صرف اللہ تعالےٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۴۔ "پہلی اور آخری تقریر یا تحریر مدعی کی جانب سے ہوگی" منظور ہے

۵۔ "فیصلہ کے لئے بتراضی فریقین ایک یا تین غیر جانبدار قابل تعلیم یافتہ پنچ چنے جائیں گے"۔ ہمیں ثالث کا تقرر بھی منظور ہے۔ لیکن پادری صاحب نے جو چار صفات ثالث کیلئے مقرر کئے ہیں وہ کسی جگہ موجود نہیں ہو سکتے۔ ہمارے نزدیک جب بحث بائیبل اور قرآن مجید میں محدود ہے۔ تو ثالث ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا پادری صاحب یہ تسلیم کرنے کیلئے طیار ہیں۔ کہ ایک غیر عیسائی ان کی نسبت بائیبل زیادہ سمجھتا ہے؟ اگر نہیں۔ تو پھر اس کا منصف ہونا چہ معنی دارد؟ یہ طریقہ ہی غلط ہے۔ خصوصاً جبکہ مباحثہ تحریری ہے۔ ہر شخص خود پڑھ سکیگا۔ لیکن ہم پادری صاحب کو راہ فرار سے ہٹانے کیلئے ان کی خاطر یہ شرط بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کیا وہ ایسے ثالث جو بہمہ صفات اربعہ غیر عیسائی اور غیر مسلم ہوں پیش کرینگے؟ تا انتخاب کیا جا سکے ہاں انہیں یہ بھی بتانا چاہیئے کہ ثالث کے فیصلہ کا کیا اثر ہوگا؟ اگر اس کی پھر تغلیط ہو سکتی ہے۔ تو یہ صرف بچوں کا کھیل ہے۔ اور اگر نہیں تو پھر وہ گویا خدا کا کلام ہوا جس پر مذہب کا انحصار ہوگا۔ غرض پادری صاحب کو اس شرط کے تمام نشیب و فراز مدنظر رکھکر جواب لکھنا چاہیئے

۶۔ "مناظرہ کیلئے ایسا شہر چنا جائیگا جو اے۔ پی مشن کے حلقہ خدمت کے اندر ہو"۔ یہ شرط بھی منظور ہے۔ مگر آپ پہلے ان تمام شہروں کے نام شائع فرمائیں۔ جو اے۔ پی مشن کے حلقہ خدمت میں ہیں اندریں صورت حفظ امن انتظام رہائش وغیرہ کی تمام ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

۷۔ "شرائط کا تصفیہ تاریخ مناظرہ سے کم از کم ایک ماہ پیشتر ہونا چاہیئے" منظور ہے!

پادری صاحب کے شرائط پیش کردہ پر مختصر ریمارکس کے بعد ہم دوبارہ اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہم پادری صاحب موصوف کے چیلنج کو نہایت کشادہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ ان شرائط اور ایسی ہی دیگر شرائط مثلاً صدر وغیرہ کے متعلق ہم سے براہ راست قادیان کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔ تا جلد فیصلہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ بعد تصفیہ شرائط بھی ایک ماہ کی مہلت مانگتے ہیں۔ اخبارات میں دیر ہو جاتی ہے۔ دیکھئے نور افشاں ۱۰ اراگست میں قسط نمبر ا شائع ہوئی تھی ہم نے سمجھا کہ سارا مضمون دیکھ کر جواب دینگے۔ مگر وہ سلسلہ لا یعنی تو ابھی تک جاری ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ چیلنج کا جواب شائع کر دیا جائے۔ باقی حصوں کا جواب انشاء اللہ تعالےٰ ریویو آف ریلیجز مجریہ ہ ر نومبر ۱۹۲۶ء میں شائع ہو سکیگا کیونکہ نامعلوم آپ اس سلسلہ کو کب تک بے فائدہ لمبا کرتے جائیں۔

اخلاقی فرض

پادری صاحب اسی پرچہ نور افشاں میں لکھتے ہیں اگر قادیانی حضرات کوئی تحریر اس مضمون کے جواب میں یا اور کسی صورت میں ہمارے متعلق شائع کرائیں تو ان کا اخلاقی فرض ہوگا کہ وہ ضرور ایسی تحریر سہارنپور کے پتہ پر ہمارے پاس بھیجدیں۔ ورنہ کسی خطاب جواب کی ذمہ داری ہم پر عائد نہ ہوگی"۔ ہم تو پادری صاحب کے مجوزہ اخلاقی فرض کے مطابق یہ اخبار انہیں بھیج رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی

مولوی محمد علی اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحبان کے پردہ کے متعلق متضاد بیانات

معاصر "فاروق" ۲۰ ستمبر ۱۹۲۸ء میں پردہ کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تحریروں میں عجیب و غریب تضاد ثابت کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ ان تحریروں میں کوئی لمبا زمانی بُعد نہیں۔ صرف سترہ دن کا فرق ہے۔ اور مزید لطف کی بات یہ ہے۔ کہ یہ ان ایام کی تحریریں ہیں۔ جبکہ مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ڈلہوزی میں دن رات اکٹھے رہتے اور ایک دوسرے سے ہر وقت ہم کلامی کا شرف رکھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے پردہ کے حدود کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ جہاں مولوی محمد علی صاحب کے خیالات کے بالکل خلاف ہے۔ وہاں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق ہے۔ اور اس بیان کے مطابق ہے۔ جس کے خلاف مولوی صاحب نے بڑے غیظ و غضب کی حالت میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا اور جوش مخالفت میں ان کے قلم سے حضرت امام جماعت احمدیہ کے خلاف ایسے الفاظ نکل گئے تھے۔ جو شرافت و تہذیب سے یکسر خالی ہونے کے علاوہ جھوٹ اور افترا پردازی کی غلاظت میں بھی لتھڑے ہوئے تھے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک گفتگو کے دوران میں اسلامی پردہ کی یہ تشریح فرمائی تھی۔ "آنکھیں اور ان کے اردگرد کا تھوڑا حصہ ننگا رکھا جا سکتا ہے۔"

(الفضل ۷ جولائی ۱۹۲۸ء)

مولوی محمد علی صاحب نے اس گفتگو کے خلاف ایک مضمون ۱۳ جولائی کے پیغام صلح میں شائع کرایا جس میں لکھا:۔

"قرآن نے ضروریات زندگی کی خاطر چہرہ کو پردہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔"

اور "ضروریات زندگی" کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے یہاں تک لکھ دیا۔ کہ

"ضروریات زندگی میں سیر کے لئے نکلنا بھی داخل ہے۔ کیونکہ صحت جسمانی کے لئے اس کی ضرورت بھی ہے۔"

ظاہر ہے مولوی صاحب نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے بالکل خلاف اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے مستورات کے چہرہ کو پردہ سے بالکل مستثنیٰ کر دیا۔ اور ایسا کرتے ہوئے قرآن کو اپنی تائید میں بتایا۔ لیکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے پردہ کے متعلق اپنا جو مضمون ۳۰ جولائی کے زنانہ اخبار تہذیب نسواں میں شائع کرایا۔ اس میں صاف طور پر لکھا۔

"شریعت اسلام کی رو سے ہاتھ اور چہرہ کا اتنا حصہ جس میں آنکھیں ناک اور منہ ہو۔ کھلا رہنا جائز ہے۔"

مطلب یہ کہ سارا چہرہ کھلا رکھنا شریعت اسلام کی رو سے جائز نہیں۔ یہی حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ ان بیانات میں جو صریح تضاد ہر ایک کو نظر آ رہا ہے۔ آیا ڈاکٹر صاحب خود بھی اسے محسوس کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ اگر ان کے نزدیک تضاد نہیں۔ تو مہربانی کر کے مولوی صاحب کی اور اپنی مندرجہ بالا تحریروں کا ایک مفہوم ثابت کر کے دکھائیں۔ اور اگر تضاد ہے۔ اور اپنے بیان کو شریعت اسلام کے رو سے درست یقین کرتے ہیں۔ تو بتائیں۔ مولوی صاحب نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ قرآن نے چہرہ کو پردہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ یا نہیں۔ اور ایک مفسر قرآن کی شان کے کہاں تک مطابق ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے:۔

"اگر کوئی شخص کسی وجہ سے جسم کا کوئی حصہ بھی کھلا رکھنا نہیں چاہتا۔ تو اس کی مرضی۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ جس حد تک کھلا رکھنا جائز رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ نہ رکھے۔" اور "جس حد" کی تشریح وہ خود یہ لکھ کر کر چکے ہیں۔ کہ "چہرہ کا اتنا حصہ جس میں آنکھیں ناک اور منہ ہو۔ کھلا رہنا جائز ہے۔"

اب جو شخص سارا چہرہ کھلا رکھنے کا فتویٰ دیتا ہے۔ یقیناً جس حد تک چہرہ کھلا رکھنا جائز رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ کھلا رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ کیا وہ شریعت اسلام کے حدود سے صریح تجاوز نہیں کر رہا۔ اسے ڈاکٹر صاحب شریعت اسلام کا حامی سمجھتے ہیں یا مخالف۔

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب اور مولوی صاحب کے خیالات میں ایک اور بھی تضاد پایا جاتا ہے۔ اور وہ پہلے تضاد سے بھی بہت زیادہ دلچسپ ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس معاملہ میں (یعنی پردہ کے بارے میں) قرآن و حدیث کا حکم ہمارے سر آنکھوں پر ہونا چاہئے۔ کم از کم میں تو اس حکم کے ماتحت اس امر کا جواز سمجھتا ہوں۔ کہ ہر مسلمان کے گھر میں چاہے وہ کتنے ہی سخت پردہ کا پابند ہو۔ عورتیں بعض ایسے مرد رشتہ داروں یا غیر رشتہ داروں کے سامنے کھلے منہ آ جاتی ہیں۔ جن کا نام سورہ نور میں محرم رشتہ داروں میں مذکور نہیں۔ جیسے خاوند کا بھائی (دیور) یا بہن کا خاوند (بہنوئی)۔"

مطلب یہ کہ مولوی صاحب کے نزدیک دیور اور بہنوئی سے شریعت اسلام کے رو سے پردہ نہیں کرنا چاہئے۔ باوجود اس کے کہ ان کے نام ان محرم رشتہ داروں میں نہیں۔ جن کا سورہ نور میں ذکر ہے۔ لیکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ایسے رشتہ داروں سے پردہ نہ کرنا قطعاً ناجائز اور شریعت اسلام کے خلاف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"گھر کے اندر بہت سے رشتہ دار غیر محرم مردوں سے مطلق کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ شریعت کے رو سے ان سے اسی قدر پردہ کا حکم ہے۔ جتنا ایک غیر رشتہ دار مرد سے۔ مثال کے طور پر ہمارے ہندوستان کے دیور اور بہنوئی لے لو۔ دیور بھاوج۔ اور سالی بہنوئی کی بے تکلفی اور دل لگی اور مذاق زمانے پر روشن ہے۔ حالانکہ شریعت کے رو سے دیور اور بہنوئی غیر محرم ہیں۔"

کیا ہی عجیب بات ہے۔ جن نامحرم مردوں کے نام لے لے کر مولوی صاحب ان سے پردہ نہ کرنا قرآن اور حدیث کے رو سے جائز قرار دے رہے ہیں۔ انہیں سے پردہ کرنا ڈاکٹر صاحب شریعت کے رو سے ضروری بتا رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی دیور بھاوج اور سالی بہنوئی کی بے تکلفی۔ دل لگی۔ اور مذاق کا زمانہ پر روشن ہونے کا حوالہ دے کر ان سے پردہ کرنے کی ضرورت ثابت کر رہے ہیں اور پھر اس پر اس قدر زور دیتے ہیں۔ کہ جو اس کے خلاف کہتا ہے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

"یاد رکھو۔ غیر محرم پر زینت کا اظہار اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ خواہ وہ غیر محرم گھر کے باہر ہو۔ یا گھر کے اندر (بہنوئی اور دیور) ہو۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے۔ وہ غلط کہتا ہے مطلب اپنی خواہشات کا اتباع ہے۔ اسلام کا صرف بہانہ ہے۔"

یہ الفاظ ایسے صاف اور واضح ہیں۔ کہ ان کے متعلق کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہم ان کی بنا پر ڈاکٹر صاحب سے تو یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ ان کے ہاں اس کے خلاف تو نہیں ہوتا اور مولوی محمد علی صاحب سے یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ "ہر مسلمان کے گھر میں خواہ وہ کتنے ہی پردہ کا پابند ہو" میں ڈاکٹر صاحب کا گھر بھی شامل ہے۔ یا نہیں۔ اور ان کے ہاں بھی طریق جاری ہے یا نہیں۔ کہ "عورتیں بعض ایسے مرد رشتہ داروں یا غیر رشتہ داروں کے سامنے کھلے منہ آ جاتی ہیں۔ جن کا نام سورہ نور میں محرم رشتہ داروں میں نہیں جیسے خاوند کا بھائی (دیور) یا بہن کا خاوند (بہنوئی)" اور اگر ان کے ہاں یہ طریق جاری نہیں۔ تو صاف معلوم ہو گیا۔ کہ مولوی صاحب نے "ہر مسلمان کے گھر" کے متعلق جو بیان دیا تھا۔ وہ درست نہیں۔ خود ان کے خسر صاحب کے گھر میں ان کے فتوے پر عمل نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ طریق جاری ہے۔ تو پھر ڈاکٹر صاحب سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ جو شریعت کا حکم وہ دوسروں کو بتا رہے ہیں۔ اس پر پہلے خود تو عمل کریں اور جو اسلام کا بہانہ بنا کر اس کے خلاف کہتا ہی نہیں۔ بلکہ عمل کرتا ہو۔ اسے کھلے طور پر مخاطب کر کے کہدیں "مطلب اپنی خواہشات کا اتباع ہے۔ اسلام کا صرف بہانہ ہے۔"